مسئلہ فدک شرح صحیح مُسلم سے

تالیف:

امام مسلم بن حجاج قشیری نیشاپوریؒ

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۲۹۳	جنگی قیدیوں کے حکم کے متعلق فقہاء اسلام کے نظریات	۳۳۲
۲۹۴	جنگی قیدیوں کو مال، یا مسلمان جنگی قیدیوں کے بدلہ میں رہا کرنے کی تحقیق۔	۳۳۳
۲۹۵	جنگی قیدیوں کو بلامعاوضہ احسانًا اور احسانًا رہا کرنے کی تحقیق۔	۳۳۳
۲۹۶	کیا موجودہ دور میں بھی جنگی قیدیوں کو لونڈی اور غلام بنانا جائز ہے؟۔	۳۳۵
۲۹۷	بدر کے جنگی قیدیوں کو آزاد کرنے پر اعتراضات کے جوابات۔	۳۳۷
۲۹۸	بدر کے قیدیوں کو آزاد کرنے پر امام رازی اور مصنف کے جوابات۔	۳۳۹
۲۹۹	مشرکین کو قتل کرنے کے عمومی حکم سے جنگی قیدیوں کو مستثنیٰ کرنے پر دلائل۔	۳۴۳
۳۰۰	مال غنیمت کی تقسیم۔	۳۴۵
۳۰۱	خمس کی تعریف۔	۳۴۷
	باب: ۵۸۹	
۳۰۲	مقتول کے سلب پر قاتل کا استحقاق۔	۳۴۷
۳۰۳	غزوہ حنین کا مختصر بیان۔	۳۵۳
۳۰۴	سلب کا لغوی معنی۔	۳۵۴
۳۰۵	سلب کی تفسیر میں مذاہب فقہاء۔	۳۵۴
۳۰۶	سلب کے احکام اور شرائط میں فقہاء کے نظریات۔	۳۵۶
۳۰۷	سلب کے حکم میں فقہاء احناف کے نظریات اور دلائل۔	۳۵۸
۳۰۸	جنگ بدر میں حضرت معاذ بن عمرو کو سلب کے ساتھ خاص کرنے کا سبب۔	۳۶۰
	باب: ۵۹۰	
۳۰۹	فئی کا حکم۔	۳۶۹
۳۱۰	فئی کا لغوی معنی اور اس کی شرعی تفسیر۔	۳۷۰
۳۱۱	مال غنیمت اور مال فئی کو کفار کی ملکیت سے نکال کر مسلمانوں کو دینے کی وجہ۔	۳۷۱
۳۱۲	مال غنیمت اور مال فئی کا فرق۔	۳۷۲
۳۱۳	قرآن مجید سے اموال فئی کے وقف ہونے پر دلائل۔	۳۷۳
۳۱۴	احادیث، آثار صحابہ اور اقوال تابعین سے اموال فئی کے وقف ہونے پر دلائل۔	۳۷۴
۳۱۵	سواد عراق اور دیگر مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ۔	۳۷۸
۳۱۶	عراق اور شام کی مفتوحہ زمینوں کو وقف کرنے کے متعلق حضرت عمر اور بعض صحابہ کا مباحثہ۔	۳۸۲
۳۱۷	سواد عراق کو وقف کرنے کے متعلق حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کی رائے۔	۳۸۳
۳۱۸	اموال فئی کے متعلق امام ابو عبید کا نظریہ۔	۳۸۳
۳۱۹	مسلمانوں کی مقبوضہ اراضی مطلقاً فئی ہیں خواہ ان پر جنگ سے قبضہ ہوا ہو یا صلح سے۔	۳۸۵
۳۲۰	سواد عراق کے معاملہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نظریہ پر دلائل۔	۳۸۶
۳۲۱	مفتوحہ علاقوں کی زمینوں کے متعلق فقہاء کی آراء۔	۳۸۷
۳۲۲	مسئلہ فدک۔	۳۸۸
۳۲۳	فدک کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ۔	۳۸۹
۳۲۴	علمائے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فدک کا مطالبہ کیا۔	۳۹۰
۳۲۵	حدیث لا نورث کو موضوع اور باطل قرار دینے	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
	پر علمائے شیعہ کے دلائل۔	۳۹۸
۳۲۶	وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔	۴۰۱
۳۲۷	لفظ وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر ملا باقر مجلسی کے اعتراض کا جواب۔	۴۰۲
۳۲۸	ائمہ اہل بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت۔	۴۰۳
۳۲۹	اس بات کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت کی۔	۴۰۴
۳۳۰	نبی کے ترکہ سے وراثت نہ ہونے کی وجہ۔	۴۰۵
۳۳۱	کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث لانورث بیان کی تھی؟۔	۴۰۵
۳۳۲	کیا حضرت علی نے حدیث لانورث کی روایت میں حضرت ابوبکر و عمر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہگار گمان کیا تھا؟	۴۰۷
۳۳۳	کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لانورث پر مطلع نہیں فرمایا تھا؟	۴۰۸
۳۳۴	حدیث لانورث روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد و تکثر۔	۴۰۸
۳۳۵	حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت۔	۴۱۲
۳۳۶	فدک میں وراثت جاری نہ ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۴۱۴
۳۳۷	علمائے شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا!	۴۱۸
۳۳۸	فدک کے دعویٰ ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں	
	ایک جائزہ۔	۴۲۱
۳۳۹	فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان۔	۴۲۲
۳۴۰	کیا زمانہ جہاد اور تنگی اور عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟	۴۲۳
۳۴۱	آخر دور رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد۔	۴۲۷
۳۴۲	حضرت فاطمہ کا غزوۂ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا، فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے۔	۴۳۰
۳۴۳	اہل سنت کی کتابوں سے حضرت فاطمہ کو فدک کے ہبہ کرنے پر علمائے شیعہ کا استدلال۔	۴۳۱
۳۴۴	علمائے شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبدالعزیز سے۔	۴۳۲
۳۴۵	فدک کو ہبہ کیے جانے کے بارے میں روایت کردہ حدیث کی فنی حیثیت۔	۴۳۲
۳۴۶	فدک کے تنازعہ پر حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں۔	۴۳۷
۳۴۷	کیا عمر بن عبدالعزیز نے آل فاطمہ کو فدک واپس دے دیا تھا؟	۴۴۲
۳۴۸	مسئلہ خلافت۔	۴۴۵
۳۴۹	حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قرآن مجید سے استدلال۔	۴۴۵
۳۵۰	حضرت ابوبکر کے خلیفہ برحق ہونے پر عقلی دلائل۔	۴۴۹
۳۵۱	کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟	۴۵۰

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۳۵۲	حضرت ابوبکر کی خلافت پر حضرت علی کا تبصرہ۔	۴۵۲
۳۵۳	اہل تشیع کی تصانیف میں حضرت علی کے بیعت کرنے کا نقشہ۔	۴۵۴
۳۵۴	تقیہ کا جواب۔	۴۵۵
۳۵۵	اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر میں شجاعت کی کمی تھی۔	۴۵۸
۳۵۶	اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ اعلان براءت کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو امامت سے معزول کر دیا تھا۔	۴۶۰
۳۵۷	من کنت مولاہ فعلی مولاہ سے استدلال کا جواب۔	۴۶۰
	باب: ۵۹۱	
۳۵۸	مجاہدین میں مال غنیمت تقسیم کرنے کا طریقہ۔	۴۶۲
۳۵۹	گھوڑے کے دو حصے دینے پر جمہور فقہاء کی احادیث۔	۴۶۳
۳۶۰	گھوڑے کو ایک حصہ دینے پر امام ابوحنیفہ کی احادیث۔	۴۶۳
۳۶۱	گھوڑے کو ایک حصہ دینے پر امام ابوحنیفہ کے عقلی دلائل۔	۴۶۳
۳۶۲	احادیث ابی حنیفہ پر جرح کا جواب۔	۴۶۴
۳۶۳	جمہور فقہاء کی احادیث پر جرح۔	۴۶۴
۳۶۴	امام ابوحنیفہ کے موقف پر علامہ عینی کے دلائل۔	۴۶۴
۳۶۵	علامہ مرغینانی کے دلائل اور خلاصہ بحث۔	۴۶۵
	باب: ۵۹۲	
۳۶۶	غزوۂ بدر میں فرشتوں کی امداد اور مال غنیمت کے مباح ہونے کا بیان۔	۴۶۶
۳۶۷	بدر کا محل وقوع۔	۴۶۸
۳۶۸	جنگ بدر کے دن اللہ تعالیٰ کے وعدۂ فتح کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے شدت گریہ وزاری سے دعا کرنے کی حکمت۔	۴۶۸
۳۶۹	کیا جنگ بدر میں فرشتوں نے قتال کیا تھا؟	۴۶۹
۳۷۰	غزوۂ بدر میں فرشتوں کے نزول کے متعلق مصنف کی تحقیق۔	۴۷۲
	باب: ۵۹۳	
۳۷۱	قیدیوں کو گرفتار کرنے اور احسان کرنے کا جواز۔	۴۷۳
۳۷۲	اسلام قبول کرنے کے بعد غسل کرنے کے حکم میں مذاہب فقہاء۔	۴۷۶
۳۷۳	طالب اسلام کو کلمہ پڑھانے میں تاخیر کرنا جائز نہیں، بلکہ علامت کفر ہے۔	۴۷۷
	باب: ۵۹۴	
۳۷۴	یہودیوں کو سرزمین حجاز سے نکال دینے کا بیان۔	۴۷۷
۳۷۵	ذمیوں کی عہد شکنی کی سزا۔	۴۷۹
	باب: ۵۹۵	
۳۷۶	عہد شکنی کرنے والوں کو قتل کرنے کا جواز اور اہل قلعہ کو کسی عادل شخص کے فیصلہ پر قلعہ سے نکلنے کا جواز۔	۴۸۱
۳۷۷	مجلس میں آنے والے شخص کی تعظیم کے لیے کھڑے ہونے کے متعلق مذاہب فقہاء۔	۴۸۳

مسئلہ فدک

اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۶۲ میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا اور حضرت ابوبکر خلیفہ منتخب ہوگئے تو تم دونوں حضرت ابوبکر کے پاس آئے، تم اپنے بھتیجے کی وراثت طلب کرتے تھے اور یہ اپنی زوجہ (حضرت فاطمہ) کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث طلب کرتے تھے، حضرت ابوبکر نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، سو تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، گنہگار، خائن اور عہد شکن گمان کیا اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ حضرت ابوبکر سچے، نیک، ہدایت یافتہ اور حق کی پیروی کرنے والے ہیں۔ الحدیث۔

علماء اہل سنت اور علماء شیعہ کے درمیان یہ ایک بہت معرکہ آراء مسئلہ ہے، علماء شیعہ کہتے ہیں کہ فدک کا علاقہ حضرت فاطمہ کا حق تھا جو حضرت ابوبکر نے ان کو نہیں دیا، اس کی تفصیل میں کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ فدک کا علاقہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث میں حضرت فاطمہ کو ملنا تھا لیکن حضرت ابوبکر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ

۱۔ علامہ محمد شربینی الخطیب من قرن العاشر، مغنی المحتاج ج ۴ ص ۲۳۶، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت

۲۔ علامہ بدر الدین ابو محمد محمود بن احمد عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵ ص ۴۲، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر، ۱۳۴۸ھ

۳۔ علامہ ابو البرکات سید احمد دردیر مالکی متوفی ۱۱۹۷ھ، الشرح الکبیر علی حاشیۃ الدسوقی ج ۲ ص ۱۸۹، مطبوعہ دار الفکر بیروت

علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا اور کبھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ نے اس ہبہ کے ثبوت میں حضرت علی اور ام ایمن کو بطور گواہ پیش کیا لیکن حضرت ابوبکر نے اس گواہی کو تسلیم نہیں کیا اور ان کو فدک نہیں دیا، علماء اہل سنت کے نزدیک یہ ثابت نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ نے ہبہ کا دعویٰ کیا تھا البتہ حضرت فاطمہ نے وراثت کی رو سے اپنا حصہ مانگا تھا کیونکہ ان کی رائے یہ تھی کہ اہل بیت کی ضروریات کے بعد جو حضور کا ترکہ باقی بچے گا اس میں وراثت جاری ہوگی، وہ اس حدیث میں تخصیص کی قائل تھیں، اس کے برخلاف حضرت ابوبکر اس حدیث کو عموم پر رکھتے تھے، ابتداء میں حضرت فاطمہ نے اس سے اختلاف کیا، لیکن جب حضرت ابوبکر نے یقین دلایا کہ وہ فدک کی آمدنی کو اہل بیت کی ضروریات پر خرچ کرتے رہیں گے تو حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں۔

اس مسئلہ کی تحقیق میں پہلے ہم فدک کا جغرافیائی محل وقوع اور اس کی لغوی تحقیق بیان کریں گے، اس کے بعد قرآن مجید، احادیث صحیحہ اور معتبر کتب شیعہ کے حوالوں سے یہ بیان کریں گے کہ فدک از قبیل فئی تھا اور فئی وقف ہوتا ہے اور جو چیز وقف ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی، وہ کسی کو ہبہ کی جا سکتی ہے اور نہ اس میں میراث جاری ہو سکتی ہے پھر معتبر کتب شیعہ سے یہ بیان کریں گے کہ انبیاء علیہم السلام کے ترکہ میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا فدک کے بطور وراثت ملنے کی بنیاد نہ رہی۔ علماء شیعہ نے اہل سنت کی جن کتابوں سے یہ دلیل پیش کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ہبہ کر دیا تھا اس کا جواب بیان کریں گے اور اس سلسلہ میں تمام شبہات کا ازالہ کریں گے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس جملہ کی وضاحت کریں گے "سو تم دونوں (یعنی حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما) نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو جھوٹا، گنہ گار، خائن اور عہد شکن گمان کیا! فنقول و باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

فدک کا لغوی معنی، جغرافیائی محل وقوع اور تاریخ

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

(فدك محركة بخيبر) فيها نخل وعين افاء الله على نبيه صلى الله عليه وسلم [۱]

فدک خیبر کا ایک علاقہ ہے اس میں کھجور کے باغات اور چشمے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ علاقہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بطور فئی عطا کیا تھا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

عام طور پر اس لفظ کو فِدک پڑھا جاتا ہے یہ صحیح نہیں ہے، صحیح لفظ فَدک ہے۔ (سعیدی غفرلہٗ)

علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

فدك قرية بخيبر وقيل بناحية الحجاز فيها عين ونخل افاءها الله على نبيه صلى الله عليه وسلم [۲]

فدک خیبر کی ایک بستی ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ حجاز کی سمت میں ہے، اس میں چشمے اور باغات ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ بستی اپنے نبی کو بطور فئی عطا فرمائی تھی

۱۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۷، ص ۱۶۶، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ھ

۲۔ علامہ جمال الدین محمد بن مکرم ابن منظور افریقی متوفی ۷۱۱ھ، لسان العرب ج ۱۰، ص ۴۷۳، مطبوعہ نشر ادب الحوزۃ قم ایران، ۱۴۰۵ھ

علامہ اسماعیل جوہری لکھتے ہیں:

فَدَكٌ، اسم قریۃ بخیبر[1] — فدک خیبر کی ایک بستی کا نام ہے۔

علامہ شہاب الدین حموی لکھتے ہیں:

فدک کا معنی روئی دھنکنا ہے روئی دھنکنے کو اہل عرب فَدَّكْتُ القطنَ کہتے ہیں، فدک حجاز کی ایک بستی ہے اور یہ مدینہ سے دو دن کی مسافت پر واقع ہے ایک قول یہ ہے کہ یہ مدینہ سے تین دن کی مسافت پر واقع ہے۔ اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سات ہجری میں فدک صلح سے بطور فئی عطا فرمایا تھا، اور اس کا قصہ یوں ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم خیبر میں پہنچے اور تین قلعوں کے سوا تمام قلعوں کو فتح کر لیا اور ان تین قلعوں کا بڑا سخت محاصرہ کیا تو ان قلعہ والوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ آپ انہیں یہاں سے جلاوطن ہونے دیں تو وہ قلعہ کے دروازے کھول دیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اتفاق کر لیا، جب اہل فدک کو یہ خبر پہنچی تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پیغام بھیجا کہ وہ فدک کے پھلوں اور دیگر اموال کا نصف دے کر صلح پر تیار ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قبول کر لیا۔ فدک کا علاقہ ان علاقوں میں سے تھا جس کو فتح کرنے کے لیے مسلمان مجاہدین کو اپنے اونٹ اور گھوڑے نہیں دوڑانے پڑے تھے، اس میں بکثرت کھجور کے درخت اور بہتے ہوئے چشمے تھے، اور یہ خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھا۔

علامہ حموی لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد فدک میں کافی اختلاف ہوا اور اس مسئلہ میں مختلف روایات ہیں بہر حال میرے نزدیک جو چیز صحت کے ساتھ ثابت ہے وہ یہ ہے جس کو بلاذری نے کتاب الفتوح میں ذکر کیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیبر سے لوٹے تو آپ نے محیصہ بن مسعود کو فدک بھیجا اس وقت فدک کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا آپ نے ان کو اسلام کی دعوت دی، فدک والے خیبر کی خبریں سن کر پہلے ہی مرعوب ہو چکے تھے انہوں نے فدک کی آدھی زمین دینے پر صلح کر لی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پیش کش کو قبول کر لیا اور وہ زمین خاص آپ کے تصرف میں رہی کیونکہ اس کو جنگ سے حاصل نہیں کیا گیا تھا، آپ اس زمین کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے۔ فدک والے اس جگہ رہتے رہے حتیٰ کہ حضرت عمر نے ان کو جلاوطن کر دیا اور باقی نصف کی قیمت یہودیوں کو ادا کر دی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئیں اور کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو فدک ہبہ کر دیا تھا اور اس پر حضرت علی بن ابی طالب اور ام ایمن کی گواہی پیش کی، حضرت ابو بکر نے کہا: اے بنت رسول اللہ! دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کے سوا گواہی مقبول نہیں ہوتی تو وہ واپس چلی گئیں اور ام ہانی سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ نے حضرت ابو بکر سے پوچھا تمہارا کون وارث ہوگا؟ حضرت ابو بکر نے کہا میری بیوی اور میری اولاد! حضرت فاطمہ نے کہا کیا وجہ ہے کہ تم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہو اور ہم نہ ہوں؟ حضرت ابو بکر نے کہا: اے بنت رسول اللہ! میں سونے چاندی، یا فلاں فلاں چیز کا وارث نہیں ہوں، حضرت فاطمہ نے کہا خیبر میں جو ہمارا

[1] علامہ اسماعیل بن حماد الجوہری متوفی ۳۹۸ھ، الصحاح ج ۴ ص ۱۶۰۲، مطبوعہ دار العلم بیروت، ۱۴۰۴ھ

حصہ ہے اور فدک میں جو ہمارے صدقات ہیں، حضرت ابوبکر نے کہا اے بنت رسول اللہ! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ نے میری زندگی میں مجھے عطا کی ہیں اور میرے بعد یہ مسلمانوں پر صدقہ ہیں، اور عروہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حصہ سے اپنی میراث کا سوال کیا حضرت ابوبکر نے یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سنا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا کوئی وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو چھوڑا وہ صدقہ ہے، اور یہ مال آل محمد کی ضروریات اور ان کے مہمانوں کے لیے ہے اور جب میں فوت ہو جاؤں گا تو اس کا متولی وہ شخص ہوگا جو میرے بعد مسلمانوں کا والی ہوگا۔ اس حدیث کو سننے کے بعد ازواج مطہرات میراث کے سوال سے باز رہیں۔

جب عمر بن عبدالعزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے خطبہ دیا اور کہا کہ فدک خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور اس کی آمدنی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ضروریات پر خرچ کرتے تھے اور جو مال بچ جاتا اس کو مسافروں پر خرچ کرتے تھے اور یہ بیان کیا کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ ان کو فدک ہبہ کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اور فرمایا نہ تمہارے لیے فدک کو ہبہ کرنے کا سوال کرنا جائز ہے اور نہ میرے لیے اس کو دینا جائز ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم بھی فدک کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کرتے رہے، جب حضرت معاویہ حاکم ہوئے تو انہوں نے فدک مروان بن الحکم کو دے دیا اور جب مروان حاکم ہوا تو اس نے عبدالعزیز کو فدک ہبہ کر دیا اور عبدالملک نے اپنے بیٹوں کو دے دیا پھر یہ مجھے سلیمان اور ولید کو مل گیا اور جب ولید حاکم ہوا تو میں نے اس سے اس کا حصہ مانگ لیا اس نے بھی مجھ کو اپنا حصہ دے دیا سو میں نے فدک کے تمام حصوں کو جمع کر لیا اور میرے نزدیک فدک سے زیادہ پسندیدہ اور کوئی مال نہیں ہے اور میں تم تمام لوگوں کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے پھر فدک کو اسی طرح لوٹا دیا ہے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی کے زمانہ میں فدک پر عمل ہوتا تھا (یعنی اس کو اپنی ملکیت سے نکال کر پھر وقف کر دیا۔ سعیدی غفرلہ) پھر عمر بن عبدالعزیز کے بعد خلفاء اس کی آمدنی سے مسافروں پر خرچ کرتے تھے (یعنی اس کو بدستور وقف برقرار رکھا۔)

پھر ۲۱۰ھ میں مامون رشید نے حکم دیا کہ فدک حضرت فاطمہ کی اولاد کو دے دیا جائے اور مدینہ کے گورنر قثم بن جعفر کو لکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) کو فدک دے دیا تھا، اور ان پر فدک کو صدقہ کر دیا تھا اور یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں مشہور اور معروف تھی، پھر حضرت فاطمہ اس کا خلیفہ سے مطالبہ کرتی رہیں، مامون کی رائے یہ تھی کہ حضرت فاطمہ کے وارثوں میں سے محمد بن یحییٰ بن الحسین بن زید بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب اور محمد بن عبداللہ بن الحسین بن علی بن الحسین بن علی بن طالب کے حوالے فدک کر دیا جائے تاکہ وہ اس کی آمدنی کو اپنی ضروریات، پر خرچ کریں۔

پھر جب جعفر متوکل خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک کو پھر اسی طرح لوٹا دیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عمر بن عبد العزیز اور ان کے بعد خلفاء کے زمانہ میں تھا، (یعنی حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت سے نکال کر اس کو پھر وقف کر دیا۔)

علامہ حموی نے یہ بھی لکھا ہے کہ جب عمر بن عبد العزیز خلیفہ ہوئے تو انہوں نے مدینہ کے حاکم کو یہ لکھا کہ وہ اولاد فاطمہ کو فدک واپس کر دیں، سو عمر بن عبد العزیز کے ایام خلافت میں فدک اولاد فاطمہ کے تصرف میں رہا، پھر جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر لیا اور پھر یہ بنو امیہ کے خلفاء میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ ابو العباس سفاح خلیفہ ہوئے تو انہوں نے یہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب کو دے دیا اور وہ اس کے متولی رہے اور حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد میں اس کی آمدنی تقسیم کرتے رہے اور جب منصور خلیفہ ہوا تو اس کے خلاف حضرت حسن کی اولاد نے خروج کیا تو پھر منصور نے فدک اولاد علی سے لے لیا پھر اس کے بعد موسیٰ ہادی نے اس پر قبضہ کیا اور پھر یہ اس کے بعد کے حکمرانوں کے قبضہ میں رہا حتیٰ کہ مامون رشید خلیفہ ہوا اس کے پاس اولاد علی بن ابی طالب کا نمائندہ آیا اور اس نے فدک کا مطالبہ کیا تو مامون نے یہ حکم دیا کہ فدک حضرت علی بن ابی طالب کی اولاد کے حوالے کر دیا جائے۔

علامہ حموی نے اخیر میں یہ لکھا ہے کہ جب جعفر متوکل خلیفہ ہوئے تو انہوں نے فدک کو پھر اسی طرح لوٹا دیا جس طرح وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عمر بن عبد العزیز اور ان کے بعد کے خلفاء کے عہد میں تھا یعنی اس کو پھر وقف کر دیا۔ [۱]

علامہ حموی نے فدک کی تاریخ بیان کرنے کے لیے وہ تمام روایات بیان کر دیں جو ان کو اس سلسلہ میں دستیاب ہوئیں، وہ کوئی حدیث کے ماہر نہیں تھے جو روایات کی چھان پھٹک کرتے اسی وجہ سے انہوں نے متعارض اور باہم متصادم روایات بیان کر دیں مثلاً انہوں نے یہ بیان کیا کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے میراث کا مطالبہ کیا اور میراث کا مطالبہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کسی کو ہبہ نہ کیا ہو اور وہ وقت وصال تک آپ کی ملکیت ہو، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک کسی کو ہبہ نہیں کیا تھا اس کے بعد علامہ حموی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے یہ دعویٰ کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ان کو ہبہ کر دیا تھا اور فدک پر ہبہ کا دعویٰ کرنا مطالبہ میراث کے بالکل مخالف اور متصادم ہے پھر علامہ حموی نے یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ ان کو فدک ہبہ کر دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخواست کو مسترد کر دیا اور فرمایا کہ "تمہارے لیے اس کو مانگنا جائز ہے اور نہ میرے لیے اس کو دینا جائز ہے" اور اس کی وجہ یہی ہے کہ فدک از قبیل فئی تھا اور اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فئی کے مصارف متعین کر دیے ہیں کہ فئی کی آمدنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضروریات، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ نے ان مصارف کی یہ علت بیان کی ہے: "تاکہ یہ آمدنی تمہارے مالداروں کے درمیان گردش کرنے والی دولت نہ بن جائے" اس سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فئی کو وقف قرار دیا ہے اور اس کو کسی کی شخصی ملکیت میں نہیں دیا، اور رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] شیخ شہاب الدین ابو عبد اللہ یاقوت بن عبد اللہ حموی رومی بغدادی متوفی ۶۲۶ھ، معجم البلدان ج ۴ ص ۲۴۰-۲۳۸، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۳۹۹ھ

علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عمر بن عبدالعزیز اور ان کے بعد کے خلفاء نے فدک کے ساتھ وقف کا ہی معاملہ کیا ہے، اس لیے یہ روایت صحیح نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ نے فدک پر ہبہ کا دعویٰ کیا تھا اور عنقریب ہم اس پر قوی دلائل قائم کریں گے اور ٹھوس شواہد پیش کریں گے، علامہ حموی نے مورخین کے عام اسلوب کے مطابق فدک کے سلسلہ میں تمام روایات کو جمع کر دیا، اللہ تعالیٰ علامہ حموی کی مغفرت فرمائے حضرت فاطمہ کا دامن اس سے پاک ہے کہ انہوں نے فدک پر ہبہ کا دعویٰ کیا ہو پھر اس کے ثبوت میں اپنے شوہر اور ایک عورت کی شہادت پیش کی ہو، حضرت فاطمہ بتول اور زاہدہ تھیں دنیا اور اس کی متاع سے مستغنی تھیں ان کا مقام اس سے بہت بلند تھا کہ وہ متاع دنیا کے حصول کے لیے اس قدر سعی اور جد وجہد کرتیں اور دنیا کا مال نہ ملنے پر خلیفۂ رسول سے ترک تعلق کر لیتیں[ے] ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زیادہ قطع تعلق کرنے کو حرام کر دیا ہے اور حضرت فاطمہ مال دنیا نہ ملنے کے غم اور غصہ میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر سے بات نہ کریں اور تادم مرگ یہ مقاطعہ جاری رکھیں یہ ان کی سیرت حمیدہ اور اسوۂ جمیلہ پر ایک ناروا تہمت اور بدنما داغ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غلاموں اور خادموں کے زمرہ میں قائم رکھے اور اسی گروہ میں ہمارا حشر کرے۔ (آمین)۔

امین اللہ وثیر لکھتے ہیں:

فَدَک: شمالی حجاز میں خیبر کے قریب ایک قدیم قصبہ جو یاقوت کے بیان کے مطابق مدینہ منورہ سے دو یا تین دن کی مسافت پر واقع تھا۔ بظاہر اس نام کی کوئی بستی اب موجود نہیں ہے البتہ حافظ وہبہ نے بیان کیا ہے کہ الحویط کا گاؤں جو کہ حرۂ خیبر کے آخری سرے پر واقع ہے، فدک ہی کی پرانی بستی کی جگہ آباد ہوا ہے، خیبر کی طرح فدک بھی یہودی کاشتکاروں کی ایک آبادی تھی، یہاں پانی کے چشمے تھے اور کھجور اور اناج کی پیداوار ہوتی تھی یہ قصبہ دستکاری کے لیے بھی مشہور تھا اور یہاں کمبل بننے کا کام کیا جاتا تھا۔[لے]

شیعہ عالم مرتضیٰ حسین فاضل لکھتے ہیں: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے فدک کا دعویٰ کیا تھا تو اس کے جواب میں حضرت ابوبکر نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے "ہم پیغمبروں کا کوئی وارث نہیں ہوگا، جو کچھ ہم چھوڑ جائیں گے، وہ صدقہ ہوگا، حضرت فاطمۃ الزہراء نے گواہوں اور تقریر کے ذریعہ اپنے حق پر روشنی ڈالی (الاحتجاج، ص ۵۹ دلائل الامامۃ، ص ۳۱، ابن ابی الحدید: شرح نہج البلاغۃ، ۴: ۷۹)، لیکن حضرت ابوبکر نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کو کرتے رہے میں اس کو اسی طرح کروں گا۔ حضرت فاطمہ یہ سن کر کبیدہ خاطر

لے۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵ ص ۲۱۰، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب لاہور، طبع اول ۱۳۹۵ھ

ے۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت فاطمہ غضب ناک ہوئیں اور حضرت ابوبکر سے قطع تعلق کر لیا۔ اس سے وہ ترک مراد نہیں جو شرعاً مذموم ہے کہ سلام و کلام بھی نہ کیا، بلکہ آپ گوشہ نشین ہو گئی تھیں، امام بیہقی نے شعبی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ بیمار ہو گئیں تو حضرت ابوبکر آپ کی عیادت کے لیے آئے اور کہا میرا تمام مال، اور میری تمام اولاد سب اللہ، اس کے رسول اور اے اہل بیت آپ کی رضا کے لیے وقف ہے، یہ سن کر حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں، امام بیہقی کہتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے (سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۱)۔ ملا باقر مجلسی نے بھی حضرت ابوبکر کی عیادت کرنے کا ذکر کیا ہے، (جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۲۴۴)

واپس چلی آئیں اور حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں (البخاری: جامع الصحیح مطبوعہ دہلی ۲: ۹۹۶، کتاب الغدیر، ۷: ۲۲۰)۔ حضرت عمر نے اجتہاد فرمایا اور فدک کی تولیت حضرت علی اور عباس کو دے دی (یاقوت معجم البلدان، ۳: ۸۵۵ تا ۸۵۸)۔ حضرت علی کے عہد میں بھی فدک مسلمانوں کے لیے صدقہ تھا (البخاری: جامع الصحیح، مطبوعہ دہلی ۱: ۴۳۶)۔ امیر معاویہ نے اپنے عہد میں یہ جاگیر مروان بن الحکم کو دے دی۔ مروان نے اپنے فرزند عبدالعزیز کو دے دی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ ہوتے ہی یہ علاقہ حسن بن حسن بن علی بن ابی طالب یا امام زین العابدین کو واپس کر دیا لیکن یزید بن عبدالملک نے پھر اسے واپس لے لیا (یاقوت حوالہ مذکور)۔

بنو عباس کے پہلے حکمران ابوالعباس السفاح نے فدک اہل بیت کے وارثوں کو دے دیا، لیکن المنصور نے ضبط کر لیا المہدی نے پھر واپس کر دیا (عمدۃ الاخبار ص ۲۹۵)۔ جب المامون خلیفہ ہوا تو اس نے فدک بنو ہاشم کو دے دیا (ابن ابی الحدید، ۴: ۸۱)۔ ۲۳۲ھ میں المتوکل تخت نشین ہوا تو اس نے فدک پر قبضہ کر کے عبداللہ بن البازیار کو جاگیر میں دے دیا۔ اس کے بعد فدک ویران ہو گیا۔ [۱]

شیعوں کے مشہور امام ابوجعفر کلینی لکھتے ہیں:

فقال له المهدی، یا ابا الحسن حدها لی، فقال حد منها جبل احد وحد منها عریش مصر، وحد منها سیف البحر وحد منها دومة الجندل، فقال له، کل هذا؟ قال: نعم یا امیر المؤمنین هذا کله مما لم یوجف علی اهله رسول الله صلی الله علیه وسلم بخیل ولا رکاب فقال کثیر وانظر فیه۔ [۲]

خلیفہ مہدی نے امام ابوالحسن سے کہا: اے ابوالحسن! فدک کی حدود بیان کیجئے، امام ابوالحسن نے کہا اس کی ایک حد احد پہاڑ ہے، اور ایک حد عریش مصر ہے اور ایک حد سمندر کا کنارہ ہے اور ایک حد دومۃ الجندل ہے، مہدی نے کہا کیا یہ سب فدک ہے؟ امام ابوالحسن نے کہا ہاں! اے امیر المومنین! یہ تمام وہ علاقے ہیں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے۔ مہدی نے کہا یہ تو بہت ہے میں اس پر غور کروں گا۔

یہ ہے فدک کی تاریخی اور جغرافیائی حیثیت، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک خیبر سے دو یا تین دن کی مسافت پر ایک دیہات تھا جس میں بکثرت باغات اور چشمے تھے، ۲۳۲ھ کے بعد فدک ویران ہو گیا اور اب اس نام کی وہاں کوئی بستی نہیں ہے البتہ حافظ وہبہ کے بیان کے مطابق حرہ خیبر کے آخری سرے پر الحویط نامی ایک گاؤں ہے اور یہ اسی جگہ پر واقع ہے جہاں کسی زمانہ میں فدک تھا۔

علماء شیعہ نے فدک کی تحدید میں ناقابل فہم مبالغہ کیا ہے ابھی اصول کافی کے حوالہ سے بیان کیا گیا ہے کہ امام ابوالحسن نے بتایا کہ اُحد سے لے کر مصر تک فدک ہے اور ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ امام موسیٰ کاظم نے ہارون رشید سے کہا کہ فدک

---

[۱] اردو دائرہ معارف اسلامیہ ج ۱۵ ص ۲۱۲ - ۲۱۳، مطبوعہ زیر اہتمام دانش گاہ پنجاب، لاہور طبع اول ۱۳۹۵ھ
[۲] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ: الاصول من الکافی ج ۱ ص ۵۴۳، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران طبع رابع ۱۳۶۵ھ

کی ایک حد عدن ہے، دوسری سمرقند ہے تیسری حد افریقہ ہے اور چوتھی حد سندر کا وہ کنارہ ہے جو آرمینیہ سے ملا ہوا ہے (کتاب الفتن بحث فدک، بحار الانوار)۔ شیعہ حضرات کے دیگر خلاف واقع دعاوی کی طرح یہ بھی ایک افسانوی دعویٰ ہے جس کا تاریخ اور جغرافیہ سے کوئی تعلق نہیں۔

علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے فدک کا مطالبہ کیا

فدک کے متعلق علماء شیعہ دو متضاد اور متصادم دعوے کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں، ایک دعویٰ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے حضرت فاطمہ نے اپنا حصہ مانگا اور فرمایا مجھے اپنے والد کی وراثت سے حصہ میں فدک دو، اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کی زندگی میں کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہٰذا اس دعویٰ میں یہ دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو اپنی زندگی میں فدک نہیں دیا تھا کیونکہ اگر زندگی میں فدک ہبہ کر دیا تھا تو بعد از وصال اس کی وراثت سے مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں تھی، لیکن اس کے برخلاف علماء شیعہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ نے یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کر دیا تھا اور جو چیز کسی کو زندگی میں دے دی گئی ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی کیونکہ وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کو زندگی میں ہبہ نہ کیا ہو، فلہٰذا اگر مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح ہے تو ہبہ کا دعویٰ صحیح نہیں ہے اور اگر ہبہ کا دعویٰ صحیح ہے تو مطالبہ میراث کا دعویٰ صحیح نہیں ہے یہ دونوں دعوے ایک دوسرے کی ضد ہیں، یہ ایک صاف اور سیدھی بات ہے جس کو ہر صاحب عقل اور صاحب انصاف درست قرار دے گا۔

پہلے ہم علماء شیعہ کی معتبر تصانیف سے یہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے حضرت ابوبکر سے فدک کا مطالبہ بطور میراث کیا تھا۔

شیخ ابو منصور طبرسی لکھتے ہیں:

روی عبد اللہ بن الحسن باسنادہ عن آبائہ علیہم السلام انہ لما اجمع ابو بکر و عمر علی منع فاطمۃ علیہا السلام فدکا و بلغہا ذلک......

عبد اللہ بن الحسن اپنی سند کے ساتھ اپنے آباء علیہم السلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوبکر اور عمر (رضی اللہ عنہما) نے حضرت فاطمہ علیہا السلام کو فدک نہ دینے پر اتفاق کر لیا اور حضرت فاطمہ کو یہ خبر پہنچی......

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس روایت میں ذکر ہے کہ حضرت فاطمہ دوپٹہ سر پر کر حضرت ابوبکر کے پاس گئیں درآں حالیکہ حضرت ابوبکر کے پاس مہاجرین اور انصار بیٹھے ہوئے تھے، حضرت فاطمہ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی اور ایک بہت طویل اور فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس میں اپنے فضائل اور مناقب بیان کیے اور اخیر میں فرمایا:

ایہا المسلمون اأغلب علی ارثی یا ابن ابی قحافۃ أفی کتاب اللہ ترث اباک ولا

اے مسلمانو! کیا میں اپنی میراث پر مغلوب کی جاؤں گی؟! اے ابو قحافہ کے بیٹے کیا کتاب اللہ میں

ارث ابی؛ لقد جئت شیئاً فریاً افعلی عمد ترکتم کتاب اللہ و نبذتموہ وراء ظهورکم؟ اذ یقول وورث سلیمان داؤد وقال: فیما اقتص من خبر یحیی بن زکریا اذ قال: فهب لی من لدنك ولیاً یرثنی ویرث من آل یعقوب وقال اولوا الارحام بعضهم اولی ببعض فی کتاب اللہ، وقال یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین وقال ان ترك خیرا الوصیۃ للوالدین والاقربین بالمعروف حقاً علی المتقین وزعمتم ان لا حظوۃ لی ولا ارث من ابی ولا رحم بیننا، افخصکم اللہ بآیۃ اخرج ابی منها ام هل تقولون ان اهل ملتین لا یتوارثان اولست انا وابی من اهل ملۃ واحدۃ؟ ام انتم اعلم بخصوص القرآن وعمومہ من ابی وابن عمی؟ فدونکها مخطومۃ مرحولۃ تلقاك یوم حشرك فنعم الحکم اللہ والزعیم محمد والموعد القیامۃ وعند الساعۃ یخسر المبطلون ولکل نبأ مستقر وسوف تعلمون من یأتیہ عذاب یخزیہ ویحل

یہ لکھا ہے کہ تم تو اپنے باپ کے وارث ہو گے اور میں اپنے باپ کی وارث نہیں ہوں گی؟ یہ تو تم نے اپنے خدا پر جھوٹ باندھا ہے! کیا تم نے عمداً کتاب اللہ کو چھوڑ دیا اور اس کے احکام کو پس پشت پھینک دیا؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سلیمان داؤد کے وارث ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے یحییٰ بن ذکریا کا یہ قول نقل کیا ہے: اے اللہ! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرا اور آل یعقوب کا وارث ہو" اور فرمایا بعض رشتہ داروں کا حق بعض سے زیادہ ہے، اور فرمایا: اللہ تمہاری اولاد کے متعلق وصیت کرتا ہے کہ مرد کو دو لڑکیوں کا حصہ ملے گا اور فرمایا اگر کسی شخص نے مال چھوڑا تو اس پر لازم ہے کہ وہ والدین اور رشتہ داروں کے حق میں دستور کے مطابق وصیت کرے، یہ متقین پر فرض ہے، اور تم نے یہ گمان کیا ہے کہ میرا اپنے والد کی میراث میں سے کوئی حصہ نہیں ہے اور ہمارے درمیان کوئی رشتہ داری نہیں ہے، کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں میراث کا کوئی خاص حکم بتایا ہے جس کی بناء پر تم نے میرے والد کو میراث کے احکام سے خارج کر دیا؟ یا تم یہ کہتے ہو کہ میرا اور میرے والد کا ایک دین نہیں ہے اور جن کے دین مختلف ہوں وہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوتے؟ یا تم میرے والد اور میرے شوہر کی بہ نسبت قرآن کے خاص اور عام کو زیادہ جانتے ہو، سو آج تم فدک کو بغیر کسی معارض اور منازع کے لے لو کل حشر کے دن تم سے ملاقات ہو گی، سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا اللہ ہے اور حق کو طلب کرنے والے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں اور تم سے قیامت کا وعدہ ہے اور اس دن اہل باطل نقصان اٹھائیں گے

ــه شیخ احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ نے احتجاج ص ۱۳۸ (مطبوعہ ایران) اور ملا باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ نے حق الیقین ص ۱۹۹ (مطبوعہ ایران) میں حضرت فاطمہ کے خطبہ میں یہ لکھا ہے کہ یحییٰ بن زکریا نے دعا کی حالانکہ یہ دعا حضرت زکریا نے کی تھی جس کی مقبولیت کے بعد حضرت یحییٰ پیدا ہوئے۔ سعیدی غفرلہ

علیہ عذاب مقیم۔ ؎۱

اور ہر چیز کی ایک قرار گاہ ہے اور تم عنقریب جان لوگے کہ دائمی اور ذلت والا عذاب کون اٹھائے گا۔

ملا باقر مجلسی نے بھی اس طویل خطبہ کو بعینہٖ ذکر کیا ہے اور اس کا آخری حصہ یہ ہے:

پس چوں فاطمہ دید کہ از منافقاں صدائے بر نیامد، خطاب کرد با ابوبکر کہ بگیر امروز فدک را بے معارضے و منازعے تا روز حشر ترا ملاقات کنم الم ؎۲

جب (حضرت) فاطمہ نے یہ دیکھا کہ ان کی اس تقریر کو سن کر منافقوں پر کوئی اثر نہیں ہوا اور ان کی طرف سے کوئی آواز نہیں آئی تو انھوں نے (حضرت) ابوبکر سے متوجہ ہوکر کہا آج تم بغیر کسی معارض اور فریق کے فدک لے لو کل روز حشر تم سے ملاقات ہو گی۔

اس کے علاوہ ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں بھی یہ ذکر کیا ہے کہ حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث سے اپنا حصہ مانگا تھا اور حضرت ابوبکر نے یہ حصہ نہیں دیا اور یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا، ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ان سب نے مل کر باتفاق ایک حدیث وضع کی کہ حضرت رسول نے فرمایا ہے کہ ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا۔ ؎۳

اور حیاۃ القلوب میں لکھا ہے کہ، بعد وفات رسول خلیفہ اول و دوم نے یہ فدک غصب کر لیا۔ ؎۴

اور شیخ احمد بن ابی یعقوب اصفہانی لکھتے ہیں:

رسول اللہ کی بیٹی فاطمہ حضرت ابوبکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث میں سے اپنا حصہ مانگا، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے: ہم گروہ انبیاء کا وارث نہیں بنایا جاتا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، حضرت فاطمہ نے کہا کیا یہ کتاب اللہ میں ہے کہ تمہارا باپ تو مورث ہوگا اور میرا باپ مورث نہیں ہوگا؛ اور کیا رسول اللہ نے یہ نہیں فرمایا کہ مرد اپنی اولاد کی رعایت کرتا ہے؟ ؎۵

متاخرین علماء شیعہ میں سے شیخ قمی لکھتے ہیں!

اینک مخالفتہائے ابوبکر با صریح قرآن بحسب نقل و تواریخ معتبرہ و اخبار کثیرہ بلکہ متواترہ اہل سنت است۔

(حضرت) ابوبکر نے قرآن مجید کی جن صریح آیات کی مخالفت کی ہے وہ معتبر تواریخ اور اہل سنت کی کتب احادیث سے ثابت ہے اور یہ احادیث درجہ تواتر کو

۱۔ شیخ ابو منصور احمد بن علی بن ابی طالب طبرسی متوفی ۶۲۰ھ، الاحتجاج ص ۱۲۹۔ ۱۳۱، مطبوعہ دار النعمان ایران

۲۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۰، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو ایران، ۱۳۴۷ھ

۳۔ 〃 〃 〃 ، جلاء العیون (مترجم) ج ۲ ص ۲۳۵، مطبوعہ انصاف پریس لاہور

۴۔ 〃 〃 〃 ، حیاۃ القلوب (مترجم) ج ۲ ص ۱۹۱م، مطبوعہ حمایت اہل بیت وقف لاہور۔

۵۔ شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۹۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

پہنچی ہوئی ہیں۔

(۱) ۔ در تواریخ معتبرہ و کتابہای صحیح سنیاں نقل شدہ کہ فاطمہ دختر پیغمبر آمد پیش ابوبکر و مطالبہ ارث پدرش کرد ابوبکر گفت پیغمبر گفت انا معشر الانبیاء لا نورث ما ترکناہ صدقۃ و این کلام ابوبکر کہ بہ پیغمبر اسلام نسبت دادہ مخالف آیات صریحہ است کہ پیغمبران ارث مے برند و ما بعض از آنہا را ذکر مے کنیم۔

(۱)۔ معتبر تواریخ اور سنیوں کی صحیح کتب، حدیث میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت فاطمہ دختر پیغمبر (حضرت) ابوبکر کے پاس آئیں اور اپنے والد کی میراث کا مطالبہ کیا، (حضرت) ابوبکر نے کہا پیغمبر نے کہا ہے کہ "ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی ترک کیا وہ صدقہ ہے"، (حضرت) ابوبکر نے پیغمبر اسلام کی طرف جو اس حدیث کی نسبت کی ہے یہ قرآن مجید کی آیات صریحہ کے خلاف ہے، کیونکہ قرآن مجید میں ہے کہ پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم ان آیات سے بعض کا ذکر کرتے ہیں۔

اس کے بعد شیخ خمینی نے و ورث سلیمان داؤد (نمل: ۱۶) اور فھب لی من لدنک ولیا یرثنی ویرث من آل یعقوب (مریم: ۵) کا ذکر کیا ہے، اس کے بعد لکھتے ہیں:

اینک شما بگوئید خدا را تکذیب کنیم یا بگوئیم پیغمبر اسلام برخلاف گفتہ ہائے خدا سخن گفتہ یا بگوئیم این حدیث از پیغمبر نیست و برائے استیصال اولاد پیغمبر پیدا شدہ [1]

اب یا تو تم یہ کہو کہ ہم خدا کی تکذیب کرتے ہیں (یعنی خدا کہتا ہے پیغمبر کے وارث ہوتے ہیں اور ہم کہتے ہیں نہیں ہوتے) یا یہ کہو کہ پیغمبر خدا نے خدا کی کہی ہوئی بات کے خلاف کہا اور یا یہ کہو کہ یہ حدیث پیغمبر خدا کی کہی ہوئی نہیں ہے بلکہ اولاد پیغمبر کا حق غصب کرنے کے لیے اس حدیث کو وضع کیا گیا ہے۔

علماء اہل سنت قرآن مجید کی ان آیات کا یہ جواب دیتے ہیں کہ ان آیات میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت علمی مراد ہے اور سورہ نمل کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت سلیمان حضرت داؤد کے علم کے وارث ہوئے اور سورہ مریم کی آیت کا مطلب یہ ہے کہ حضرت زکریا نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! مجھے ایسا ولی عطا فرما جو میرے اور آل یعقوب کے علوم کا وارث ہو لہٰذا نہ یہ لازم آیا کہ اہل سنت نے اللہ تعالیٰ کی تکذیب کی نہ یہ لازم آیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلاف قرآن کوئی بات کہی اور نہ اس حدیث کا موضوع ہونا لازم آیا۔ بعض علماء شیعہ نے قرآن مجید کی ان آیات میں وراثت کو وراثت علمی پر محمول کرنے کو باطل قرار دیا ہے اور اس حدیث کے موضوع ہونے پر مزید دلائل قائم کیے ہیں اب ہم وہ دلائل پیش کرتے ہیں:

حدیث "لانورث" کو موضوع اور باطل قرار دینے پر علماء شیعہ کے دلائل

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

---

[1] شیخ روح اللہ موسوی خمینی متوفی ۱۴۰۹ھ، کشف الاسرار ص ۱۱۵، مطبوعہ انتشارات آزادی قم ایران

(حضرت) ابوبکر نے جو یہ دعویٰ کیا تھا کہ پیغمبروں کی میراث نہیں ہوتی یہ محض جھوٹ، اور افترا ہے اور اس پر متعدد دلائل ہیں:

اوّل یہ حدیث قرآن مجید کی اُن آیات کے خلاف ہے جن میں یہ ذکر ہے کہ انبیاء میراث لیتے تھے حضرت یحییٰ نے زکریا سے میراث لی۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس جگہ علم اور پیغمبری کی وراثت مراد ہے تو اس کے متعدد جوابات ہیں:

پہلا جواب لغت اور عرف میں جب میراث کا لفظ مطلقاً بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت مراد ہوتی ہے خصوصاً اس آیت میں مال کی وراثت پر قرائن ہیں دیکھو کہ اس آیت میں فرمایا ہے: واجعلہ رب رضیا "اے میرے رب اس لڑکے کو پسندیدہ بنا") اس آیت میں یہ دعا کی ہے کہ اس لڑکے کو اچھے اور صالح کردار کا بنا اور یہ بات معلوم ہے کہ پیغمبر ایسے ہی ہوتے ہیں (اس لیے اگر وراثت سے وراثت نبوت مراد ہو تو) یہ شرط بے فائدہ ہوگی، نیز حضرت زکریا کو اپنے رشتہ داروں کے بارے میں مال کے خدشہ کی وجہ تو تھی۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ مال کی وجہ سے وہ فسق اور فساد میں مبتلا ہو جائیں، اسی وجہ سے یہ حدیث اس آیت کے بھی خلاف ہے جس میں ہے کہ حضرت سلیمان داؤد کے وارث ہوئے، اسی طرح یہ حدیث ان آیات کے بھی خلاف ہے جن میں میراث کے احکام بیان کیے گئے ہیں اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ نبوت رشتہ داروں کو وراثت سے محروم کرنے کا سبب ہو۔

دوسرا جواب (حضرت) ابوبکر کی اس حدیث پر شہادت اس لیے مردود ہے کہ یہ حدیث ان کے حق میں حصول نفع کا سبب ہے اور وہ کئی وجہ سے اس حدیث کے سلسلہ میں متہم ہیں۔

پہلی وجہ (حضرت) ابوبکر چاہتے تھے کہ اس مال میں جس طرح چاہیں تصرف کریں جس کو چاہیں اس میں سے مال دیں اور جس کو چاہیں نہ دیں جیسا کہ جامع الاصول میں ابوالطفیل سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ (حضرت) ابوبکر کے پاس گئیں اور اپنے والد کی میراث طلب کی اور ابوبکر نے یہ کہا کہ میں نے پیغمبر سے یہ سنا ہے کہ اللہ نے پیغمبر کو یہ طعمہ (خوراک یا غذا) دی ہے اور یہ ان کے بعد اس کے تصرف ہوگی جو ان کے بعد خلیفہ ہوگا۔

دوسری وجہ قرائن سے یہ معلوم ہوتا ہے بلکہ اس پر یقین ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے کیونکہ مسلمانوں کا اہل بیت کی طرف میلان تھا اور ابوبکر یہ چاہتے تھے کہ اہل بیت کمزور ہو جائیں تاکہ ان کے ساتھ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں، اور یہی وجہ تہمت کے لیے کافی ہے اور باقی جن دوسرے لوگوں نے اس حدیث کی روایت کی ہے اور ابوبکر کی تصدیق کی ہے وہ سب اس صدقہ میں شریک تھے اور اہل بیت کی عداوت میں معروف تھے اور ان لوگوں پر یہ تہمت بالکل ظاہر ہے۔

دوم اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر دوسری دلیل یہ ہے کہ اخبار متواترہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی اس حدیث کو باطل اور موضوع گردانتے تھے کیونکہ صحیح مسلم میں مالک بن اوس سے یہ روایت ہے کہ (حضرت) عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے یہ کہا کہ حضرت ابوبکر نے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ بھی چھوڑا وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے حضرت ابوبکر کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے، نیک اور حق کی پیروی

کرنے والے تھے، پھر ابو بکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہگار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں۔ صحیح بخاری میں بھی اس حدیث کی مثل مروی ہے، اور ابن ابی الحدید نے بھی اس مضمون کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے اور احادیث متواترہ میں ہے کہ حضرت علی سے حق الگ نہیں ہوتا، اور آیت تطہیر، اخبار ثقلین اور حدیث سفینہ بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اسی طرح حضرت فاطمہ کا بھی اس حدیث کا انکار اس حدیث کے موضوع ہونے پر حجت قاطعہ ہے۔

سوم اگر یہ حدیث حق ہوتی تو چاہیے تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کو اس حدیث کی تعلیم کرتے تاکہ وہ ناحق دعویٰ نہ کرتیں اور حضرت علی کو بھی اس حدیث کی تعلیم کرتے جو آپ کے وصی اور معدن علم تھے اور کوئی صاحب عقل اس کو جائز نہیں کہے گا کہ سیدہ نساء عالمین نے اس حدیث کو اپنے والد سے سنا ہو اور اس کے باوجود مہاجرین اور انصار کے مجمع میں اس قدر شدت سے میراث کا مطالبہ کیا ہو اور مسلمانوں کے امیر پر ظلم اور بے انصافی کی تہمت لگائیں اور لوگوں کو اس کے خلاف قتال پر آمادہ کریں اور اس وجہ سے مسلمانوں کی ایک عظیم جماعت نے ابو بکر کو ظالم اور غاصب گردانا ہو اور قیامت کے دن تک ابو بکر اور اس کے مددگاروں پر لعنت کریں اور اگر حضرت علی یہ جانتے کہ حضرت فاطمہ حق پر نہیں ہیں اور حق پر ابو بکر ہیں تو وہ کس طرح حضرت فاطمہ کو میراث کے مسئلہ میں ابو بکر کے پاس جانے کی اجازت دیتے۔ کیا کوئی مسلمان یہ تصور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امور دینا اور تبلیغ احکام میں اس طرح کا سہو اور تسامح کر سکتے تھے کہ اپنے اہل بیت اور خصوصاً اپنے جزو بدن کو اس قدر ضروری حکم نہ بتلاتے پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افترا اور جھوٹ ہے۔

چہارم اس حدیث کے جھوٹ ہونے پر یہ دلیل ہے کہ جو چیز عرف اور عادت کے خلاف ہو اس کے روایت کرنے والے متعدد افراد ہوتے ہیں اور حضرت آدم سے لے کر حضرت خاتم تک یہ سنت جاریہ ہے کہ اولاد کو ماں باپ کی وراثت ملتی ہے نیز یہ بھی معلوم ہے کہ انبیاء کے احوال اور ان کی سیرتوں کو اور ان کے خصائص کو منضبط کرنے میں بہت اہتمام کیا جاتا ہے سو اگر عام عرف اور عادت کے خلاف اگر انبیاء کے خصائص میں یہ ہوتا کہ وہ کسی کو وارث نہیں بناتے تو تمام تواریخ اور سیرت کی کتابوں میں یہ امر مذکور ہوتا اور جب صرف ابو بکر اور دو تین منافقوں کے علاوہ اور کوئی شخص اس خلاف عادت حکم پر مطلع نہیں ہوا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افترا اور جھوٹ ہے۔ اور جیسا کہ صحاح سے ظاہر ہوتا ہے اور ابن ابی الحدید نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے کہ سوائے ابو بکر کے اور کسی نے اس حدیث کا ذکر نہیں کیا، اور یہ جو ذکر کیا ہے کہ عمر کے زمانہ میں علی اور عباس نے ان کے سامنے منازعہ کیا اور عمر نے ——— طلحہ، زبیر، عبد اللہ بن عوف (عبد الرحمن بن عوف، سعیدی) اور سعد بن ابی وقاص سے اس حدیث پر شہادت طلب کی اور ان سب نے بالاتفاق اس حدیث پر شہادت دی تو اس کا جواب یہ ہے کہ انہوں نے ڈر اور خوف کی وجہ سے اس حدیث پر شہادت دی تھی۔ [1]

ص۔ ہم صحیح مسلم کی اسی حدیث کی شرح کر رہے ہیں، صحیح بخاری میں یہ حدیث کئی جگہ ہے مگر اس میں یہ الفاظ نہیں ہیں تم نے ابو بکر کو جھوٹا، مکار، خائن اور گنہ گار گمان کیا۔ ۱۲- سعیدی غفرلہ

۱۔ ملا باقر بن محمد تقی مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۹-۲۰۷، مطبوعہ خیابان ناصر خسرو، ایران، ۱۳۴۷ھ

وراثت کے لفظ سے علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے مطابق ہے۔!!

قرآن مجید میں ہے: حضرت زکریا نے دعا کی: فھب لی من لدنك ولیا یرثنی ویرث من اٰل یعقوب. علماء شیعہ کہتے ہیں اس آیت میں یہ ثبوت ہے کہ انبیاء کے وارث ہوتے ہیں، علماء اہل سنت یہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں مال کی وراثت مراد نہیں ہے بلکہ علم کی وراثت مراد ہے۔ ملا باقر مجلسی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ لغت اور عرف میں جب مطلقاً وراثت کا لفظ بولا جاتا ہے تو اس سے مال کی وراثت، مراد ہوتی ہے لہٰذا قرآن مجید کی اس آیت کو بھی مال کی وراثت پر محمول کیا جائے گا اور اس کو علم کی وراثت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا لغت اور اسلوب قرآن سے بے خبری اور لاعلمی کی وجہ سے ہے لغت میں ورث کا معنی انتقال اور بقاء ہے، امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:

الارث انتقال قنیة الیك من غیر عقد وقال علیه الصلوٰة والسلام اثبتوا علی مشاعرکم فانکم علی ارث ابیکم ای اصله و بقیته۔ [1]

کسی کی کمائی کا بغیر عقد کے تمہاری طرف منتقل ہونا وراثت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنے مشاعر پر ثابت قدم رہو کیونکہ تم اپنے باپ کی وراثت یعنی اس کی اصل اور بقیہ پر ہو۔

علامہ زبیدی لکھتے ہیں:

الوارث الباقی، وفی التنزیل یرثنی و یرث من آل یعقوب ای یبقی بعدی وفی الدعاء النبوی اللھم امتعنی بسمعی و بصری واجعله الوارث منی ای ابقه معی حتی اموت۔ [2]

وارث کا معنی ہے باقی، قرآن مجید میں حضرت یحیٰی کی دعا ہے: مجھے ایسا ولی دے جو میرا وارث ہو اور آل یعقوب کا وارث ہو، یعنی اس کو میرے بعد باقی رکھ، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی، اے اللہ میرے کان اور آنکھ سے مجھے فائدہ پہنچا اور اس کو میرا وارث کر یعنی ان کو میرے ساتھ تاحیات باقی رکھ۔

اب ہم قرآن مجید کی ایسی آیات پیش کرتے ہیں جن میں وراثت کا معنی "مال کی وراثت" کسی حال میں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وانا لنحن نحی ونمیت ونحن الوارثون۔ (حجر، ۲۳)

زندگی اور موت ہم ہی دیتے ہیں اور ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

وکنا نحن الوارثین۔ (قصص، ۵۸)

اور انجام کار ہم ہی باقی رہنے والے ہیں۔

مذکور الصدر آیات سے یہ واضح ہو گیا کہ قرآن مجید میں وراثت کا لفظ صرف وراثت بالمال میں ہی استعمال نہیں

---

[1] علامہ حسین بن محمد راغب اصفہانی متوفی ۵۰۲ ھ، المفردات ص ۵۱۸، مطبوعہ مکتبہ رضویہ ایران، ۱۳۶۲ ھ

[2] علامہ سید محمد مرتضٰی حسینی متوفی ۱۲۰۵ ھ، تاج العروس ج ۱ ص ۶۵۲، مطبوعہ المطبعۃ الخیریہ مصر، ۱۳۰۶ ھ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہوا بلکہ قرآن مجید کی متعدد آیات میں وراثت کا لفظ بقاء کے لیے استعمال ہوا ہے اس لیے ورث سلیمان داؤد اور یرثنی ویرث من آل یعقوب میں علم اور نبوت کی وراثت مراد لینا اسلوب قرآن کے عین مطابق ہے اور یہ دعویٰ غلط ہے کہ عرف اور لغت میں وراثت کا استعمال صرف وراثت بالمال میں ہوتا ہے۔

لفظ وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر ملا مجلسی کے اعتراض کا جواب

جس آیت میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینے پر بحث کی ہے وہ یہ ہے: حضرت زکریا دعا کرتے ہیں

فهب لی من لدنك ولیاه یرثنی ویرث من آل یعقوب واجعله رب رضیاه (مریم: ۵-۶)

تو مجھے ایک وارث عطا کر دے جو میرا بھی وارث ہو اور آل یعقوب کی میراث بھی پائے اور اے میرے رب! اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔

ملا باقر مجلسی نے ملا باقر یہ کہتے ہیں کہ اگر حضرت زکریا کی دعا کا یہ مطلب تھا کہ مجھے ایسا فرزند عطا کر جو نبی ہو تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ واجعله رب رضیا۔ "اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا، کیونکہ ہر نبی اللہ کا پسندیدہ ہوتا ہے، اس لیے یہاں وراثت نبوت مراد نہیں ہے بلکہ وراثت مال مراد ہے اور جو شخص مال کا وارث ہوگا تو ہو سکتا ہے کہ وہ مال کی وجہ سے کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے اس لیے دعا کی اس کو ایک پسندیدہ شخص بنا۔!

الجواب ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا غلط ہے کہ جب حضرت زکریا نے اپنے فرزند کے لیے نبوت کی دعا کی تو پھر ان کے پسندیدہ ہونے کی دعا کی کیا ضرورت تھی کیونکہ نبی تو ہوتا ہی پسندیدہ ہے، اس لیے کہ نبوت کے ذکر کے بعد بھی ان اوصاف کا ذکر تاکید اور توضیح کے لیے کیا جاتا ہے اور اس کی قرآن مجید میں بکثرت مثالیں ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وبشرنه باسحق نبیا من الصّٰلحین۔ (الصّٰفّٰت: ۱۱۲)

اور ہم نے ابراہیم کو اسحٰق کی بشارت دی، ایک نبی تھے صالحین میں سے۔

کیا اب یہ کہا جا سکتا ہے کہ نبی تو ہوتا ہی صالح ہے پھر نبی کے بعد صالحین میں سے کہنے کی کیا ضرورت تھی! فرشتوں نے حضرت زکریا کو ندا کی:

ان الله یبشرك بیحیی مصدقا بكلمة من الله وسیدا وحصورا ونبیا من الصّٰلحین۔ (آل عمران: ۳۹)

اللہ آپ کو یحییٰ کی (ولادت کی) خوشخبری دیتا ہے جو کلمۃ اللہ کے مصدق ہوں گے، سردار ہوں گے، عورتوں سے بچنے والے ہوں گے، نبی ہوں گے صالحین میں سے۔

جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ حضرت یحییٰ نبی ہوں گے تو پھر یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ وہ صالحین میں سے ہوں گے، نبی تو ہوتا ہی صالح ہے، قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں ہم نے صرف دو آیتوں پر اکتفاء کی ہے اور جب ملا باقر مجلسی کا یہ اعتراض دور ہو گیا تو یرثنی اور یرث من آل یعقوب۔ میں وراثت سے وراثت نبوت مراد لینا بے غبار ہو گیا اور ورث سلیمان داؤد میں بھی وراثت علم اور نبوت مراد لینے پر کوئی اشکال

در ہا ، و للہ الحمد ۔

ائمہ اہلِ بیت کی روایات سے انبیاء کی وراثت علمی کا ثبوت

انبیاء علیہم السلام کسی کو مال کا وارث نہیں بناتے تھے سو داؤد علیہ السلام کے علم کا وارث حضرت سلیمان تھے علیٰ ہذا القیاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم انبیاء سابقین کے علم کے وارث ہیں اور آپ کی امت کے اولیاء کاملین آپ کے علوم کے وارث ہیں، علماء اہلِ سنت یہ بات کہیں تو علماء شیعہ اس کو مجبوث کہتے ہیں لیکن کریں کیا کہ شیعہ حضرات کے ایک بہت بڑے محدث شیخ کافی کلینی نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ائمہ اہل بیت انبیاء سابقین کے علوم کے وارث ہوتے ہیں، اس قسم کی بکثرت روایات ذکر کی ہیں، شیخ کلینی نے باب کا عنوان یہ قائم کیا ہے ان الائمۃ ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء "ائمہ نبی علیہ السلام اور جمیع انبیاء کے علوم کے وارث ہیں۔"

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں

عن عبد اللہ بن جندب انہ کتب الیہ الرضاء علیہ السلام اما بعد فان محمدا صلی اللہ علیہ وسلم کان امین اللہ فی خلقہ فلما قبض صلی اللہ علیہ وسلم کنا اهل البیت ورثتہ الی قولہ فقد علمنا وبلغنا علم ما علمنا واستودعنا علمهم نحن ورثۃ اولی العزم من الرسل۔ ۱؎

عبد اللہ بن جندب بیان کرتے ہیں کہ امام رضا علیہ السلام نے ان کو لکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی مخلوق میں امین تھے اور جب آپ کا وصال ہو گیا تو ہم اہل بیت آپ کے وارث ہوئے، ہمیں علم دیا گیا اور ہم کو جو علم دیا گیا تھا اور جس علم کو ہمارے پاس امانت رکھا گیا تھا ہم نے وہ علم پہنچا دیا سو ہم اولو العزم رسولوں کے وارث ہیں۔

اور اس روایت میں یہ تصریح ہے کہ اہل بیت اولوالعزم رسولوں کے علوم کے وارث ہیں!

عن ابی جعفر علیہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔۔۔۔ ان علی بن ابی طالب کان هبۃ اللہ لمحمد وورث علم الاوصیاء وعلم من کان قبلہ واما ان محمدا ورث علم من کان قبلہ من الانبیاء والمرسلین۔ ۲؎

ابو جعفر علیہ السلام بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک علی بن ابی طالب اللہ کی عطا ہیں اور وہ وصیوں کے علم کے وارث ہیں اور تمام پہلوں کے علم کے وارث ہیں، اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سابقین انبیاء اور مرسلین کے علم کے وارث تھے!

اس روایت میں بھی تصریح ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت علی تمام سابقین کے علم کے وارث ہیں۔

عن المفضل بن عمر قال، قال ابو عبد اللہ علیہ السلام: ان سلیمان ورث داؤد وان محمدا ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا۔ ۳؎

مفضل بن عمر بیان کرتے ہیں کہ ابو عبد اللہ علیہ السلام نے فرمایا سلیمان، داؤد کے وارث تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)، سلیمان کے وارث تھے اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وارث ہیں۔

۱؎ شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۴-۲۲۳، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، الطبعۃ الرابعۃ، ۱۳۶۵ھ

۲؎ " " " " " ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۴، " " " "

۳؎ " " " " " ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۵، " " " "

لیجئے امام جعفر صادق نے صاف بیان کر دیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داؤد کے علم کے وارث تھے یہ لفظ وراثت کو وراثت علم میں استعمال کرنے کی نص صریح ہے اور "ورث سلیمان داؤد" کی تفسیر ہے اور اسی حقیقت کو بیان کرنے کے ہم درپے ہیں۔

عن ضریس الکناسی قال کنت عند ابی عبد الله علیه السلام وعنده ابو بصیر فقال ابو عبد الله علیه السلام: ان داؤد ورث علم الانبیاء وان سلیمان ورث داؤد وان محمدا صلی الله علیه وسلم ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا صلی الله علیه وسلم[1]

ضریس کناسی بیان کرتے ہیں کہ میں ابو عبداللہ علیہ السلام کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور ان کے پاس ابو بصیر بھی تھے، ابو عبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: حضرت داؤد علوم انبیاء کے وارث تھے اور حضرت سلیمان داؤد کے وارث تھے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سلیمان کے وارث تھے اور ہم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں۔

عن ابراهیم عن ابیه عن ابی الحسن الاول علیه السلام قال: قلت له جعلت [illegible] اخبرنی عن النبی صلی الله علیه وسلم [illegible] کلهم؟ قال نعم الی قوله فنحن الذین اصطفانا الله عزوجل واورثنا هذا الذی فیه تبیان کل شیء[2]

ابراہیم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ابوالحسن علیہ السلام سے پوچھا: میں آپ پر قربان ہوں! یہ بتلائیے کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں؟ فرمایا ہاں! پس ہم وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے منتخب فرمایا اور ہم کو اس کتاب کا وارث بنا دیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے

اس روایت میں یہ بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کے وارث ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ آپ تمام انبیاء کے مال کے وارث نہیں تھے بلکہ ان کے علم کے وارث تھے اور اس سے زیادہ واضح یہ ہے کہ ابوالحسن نے فرمایا کہ ہم اہلبیت قرآن مجید کے وارث ہیں اور یہ علم کی وراثت ہے۔ ان تمام روایات سے یہ واضح ہو گیا کہ وراثت کا لفظ وراثت علمی میں استعمال ہوتا ہے اور انبیاء علیہم السلام کی وراثت، وراثت علمی ہے، شیعہ علماء اس کے جواب میں یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان روایات کو ائمہ شیعہ نے تقیۃً بیان کیا ہے کیونکہ ان روایات کو ائمہ نے ائمہ اہل بیت کی فضیلت علم ظاہر کرنے کے لیے بیان کیا ہے، یہاں کسی ڈر اور خوف کا معاملہ نہ تھا۔

اس بات کا جواب کہ حضرت ابوبکر نے حضرت فاطمہ کو وراثت نہ دے کر احکام میراث کی مخالفت کی

حضرت ابوبکر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے جو یہ روایت بیان کی ہے کہ ہم گروہ انبیاء کسی کو وارث نہیں بناتے اور اس روایت کی بناء پر حضرت فاطمہ اور ازواج مطہرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ سے وراثت نہیں دی، اس پر ملا باقر مجلسی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ حضرت ابوبکر کی یہ روایت قرآن مجید کی ان آیات کے خلاف ہے جن میں وراثت کے عام احکام بیان کیے گئے ہیں، سو اس وجہ سے یہ روایت مردود ہے۔ نیز یہ خبر واحد اور ظنی ہے اور خبر واحد قرآن مجید

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۵، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] الاصول من الکافی ج ۱ ص ۲۲۶

کے احکام کے عموم کی ناسخ نہیں ہو سکتی۔
پہلی بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر کے لیے یہ حدیث خبر واحد اور ظنی نہیں تھی، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست یہ حدیث سنی تھی اور ان کے لیے یہ حدیث اسی طرح قطعی تھی جس طرح احکام میراث کی آیات قطعی ہیں، دوسری بات یہ ہے کہ حضرت ابوبکر نے اس حدیث کی وجہ سے احکام میراث کی مخالفت نہیں کی بلکہ اس حدیث کی وجہ سے احکام میراث کے عموم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کا مخصوص اور مستثنیٰ ہونا بیان کیا ہے تیسری بات یہ ہے کہ احکام میراث میں صرف اس حدیث کی وجہ سے تخصیص نہیں ہوئی بلکہ ان آیات کے عموم سے اور بھی کئی چیزیں مستثنیٰ ہو چکی ہیں، دیکھیے کافر کی اولاد، باپ کی وارث نہیں ہوتی، غلام، باپ کا وارث نہیں ہوتا، قاتل، باپ کا وارث نہیں ہوتا ——

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر بفرض محال حضرت ابوبکر نے احکام میراث کی مخالفت کی اور حضرت فاطمہ کو ترکہ نہیں دیا تو حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں اس کو کیوں برقرار رکھا؟ اور اولاد فاطمہ کو اس مال کا وارث کیوں نہیں بنایا؟

نبی کے ترکہ کے وارث نہ ہونے کی وجہ

ملا باقر مجلسی نے اعتراض کیا ہے کہ نبوت اپنی اولاد کو میراث سے محروم کرنے کا سبب کیسے ہو سکتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ:

علامہ بدرالدین حنفی لکھتے ہیں:
انبیاء علیہم السلام کی میراث نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ کوئی شخص ان کے متعلق یہ بدگمانی نہ کرے کہ انھوں نے اپنے رشتہ داروں کے لیے مال جمع کیا ہے اور نبوت کا دعویٰ اور اشاعت دین کی تمام سعی حصول مال کے لیے تھی، ایک قول یہ ہے کہ کہیں ان کے اقرباء ان کی موت کی تمنا نہ کرنے لگیں اور ہلاکت میں مبتلاء ہو جائیں۔ اور ایک قول یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی تمام امت کے لیے بمنزلہ باپ ہوتے ہیں اور ان کی تمام امت، ان کے لیے بمنزلہ اولاد ہوتی ہے اس لیے ان کا تمام مال ان کی تمام اولاد کے لیے صدقہ کر دیا جاتا ہے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے[1]

کیا حضرت ابوبکر نے ذاتی مفاد اور خلافت کو مستحکم کرنے کے لیے حدیث لانورث بیان کی تھی؟

زیر بحث حدیث کو موضوع قرار دینے کے لیے ملا باقر مجلسی نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر اس حدیث کی روایت میں دو وجہوں سے متہم ہیں، اول یہ کہ وہ اس مال میں اپنی مرضی سے تصرف کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے یہ حدیث گھڑ لی دوسری وجہ یہ ہے کہ وہ اہل بیت کو کمزور کرنا چاہتے تھے تاکہ وہ ان سے خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں، یہ دونوں وجہیں باطل ہیں اول کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ حضرت ابوبکر پر تہمت تب ہوتی جب اس مال میں سے وہ کوئی ذاتی فائدہ حاصل کرتے یا اپنی ذات یا اپنے اقارب پر اس مال کو خرچ کرتے۔ حالانکہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ حضرت ابوبکر

[1] علامہ بدرالدین محمود بن احمد عینی متوفی ۸۵۵ھ، عمدۃ القاری ج ۱۵، ص ۴، مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ مصر ۱۳۴۸ھ

نے اس مال سے کوئی ذاتی فائدہ اٹھایا نہ بیت المال سے کوئی نفع حاصل کیا جو معمولی وظیفہ لیا تھا موت سے پہلے اس کو بھی بیت المال کو واپس کر دیا، اور فدک کے اموال میں حضرت ابوبکر نے اپنی مرضی سے کوئی تصرف نہیں کیا، بلکہ وہی تصرف کیا جو تصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے تھے۔ نیز یہ حدیث صرف حضرت ابوبکر سے مروی نہیں ہے بلکہ حضرت علی سمیت متعدد صحابہ کرام سے مروی ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب دلائل سے بیان کریں گے۔

دوسری وجہ کا بطلان اس وجہ سے ہے کہ اگر حضرت ابوبکر کا منشاء اپنی خلافت کو مستحکم کرنا ہوتا تو ان کو چاہیے تھا کہ فدک حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیتے تاکہ ان کو اہل بیت کی ہمدردیاں اور تعاون حاصل ہوتا اور ان کے خلاف کوئی محاذ نہ بنتا ان کا کوئی فریق ہوتا اور عام لوگ بھی خوش ہوتے اس کے برخلاف جب کہ عام لوگوں کا میلان اہل بیت کی طرف تھا اور پھر انہوں نے حضرت فاطمہ کا حق ان کو نہیں دیا تو اہل بیت بھی ناراض ہو کر ایک فریق بن گئے اور لوگوں کی ایک جماعت بھی ان سے کٹ گئی، لہٰذا ملا باقر مجلسی کا یہ کہنا کہ حضرت ابوبکر نے اہل بیت کو فدک اس لیے نہیں دیا تاکہ وہ خلافت میں مناقشہ نہ کر سکیں بالکل الٹ اور برعکس ہے کیونکہ خلافت میں مناقشہ سے بچنے کے لیے تو انہیں چاہیے تھا کہ سیاسی رشوت کے طور پر ان کو فدک دے کر اپنے ساتھ ملا لیتے اور فدک کا نہ دینا تو خلافت میں مناقشہ اور ناراضگی کا سبب ہے۔ حاصل بات یہ ہے کہ یہ بے نفس اور نیک لوگ تھے حضرت فاطمہ کا مطالبہ میراث بھی نیک نیتی پر مبنی تھا اور حضرت ابوبکر کا فدک نہ دینا بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پر عمل کرنے کی وجہ سے تھا اور خلافت کو کمزور یا مستحکم کرنا کسی فریق کا بھی مطمح نظر نہیں تھا۔

کیا حضرت علی نے حدیث لا نورث کی روایت میں حضرت ابوبکر اور عمر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار گمان کیا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر یہ دلیل ہے کہ صحیح مسلم میں مالک بن اوس سے روایت ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے کہا حضرت ابوبکر نے تم دونوں سے یہ کہا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ ترک کیا ہے وہ صدقہ ہے پس تم دونوں نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار گمان کیا، اور اللہ خوب جانتا ہے کہ ابوبکر سچے، نیک اور حق کی پیروی کرنے والے تھے پھر ابوبکر فوت ہو گئے اور میں رسول اللہ کا خلیفہ ہوا، پھر تم دونوں نے مجھ کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہ گار گمان کیا اور اللہ خوب جانتا ہے کہ میں سچا، نیک اور حق کی پیروی کرنے والا ہوں! ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ صحیح مسلم کی اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علی، حضرت ابوبکر کو اس روایت میں جھوٹا گردانتے تھے اور حضرت علی کا اس روایت کو جھوٹا قرار دینا اس روایت کے باطل اور موضوع ہونے پر واضح دلیل ہے، کیونکہ حضرت علی حق کے سوا کچھ نہیں کہتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی اس حدیث کی صداقت کے معترف تھے جیسا کہ مالک بن اوس کی اسی روایت میں ہے: حضرت عمر نے حضرت علی اور حضرت عباس سے فرمایا:

ثم اقبل علی العباس وعلی فقال انشدکما بالذی باذنہ تقوم السماء والارض اتعلمان ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ قالا نعم۔[1]

(پھر حضرت عمر، حضرت عباس اور حضرت علی کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم کو اس ذات کی قسم دیتا ہوں جس کی اجازت سے زمین اور آسمان قائم ہیں، کیا تم دونوں کو یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے، حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے کہا، ہاں! (ہمیں علم ہے۔)

اس جگہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ حضرت عباس اور حضرت علی کو اس حدیث کا علم تھا اور جب انہیں علم تھا تو حضرت فاطمہ کو بھی یقیناً علم ہوگا تو پھر ان حضرات نے حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا اور پھر دوبارہ حضرت عمر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا؟

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس اس حدیث کے تو معترف تھے لیکن اس حدیث کو عام نہیں سمجھتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے کسی چیز کا بھی کوئی وارث نہیں ہوگا، ان کے نزدیک اس حدیث کا مفہوم یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ترکہ میں سے بعض چیزوں کا کوئی وارث نہیں ہوگا۔ اور باقی متروکات میں وراثت جاری ہوگی اور خیبر کی بعض اراضی اور فدک کے متعلق ان کا گمان تھا کہ اس میں وراثت جاری ہوگی اس وجہ سے وہ ان میں وراثت کو طلب کرتے تھے، اس کے برعکس حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور دیگر صحابہ اس حدیث کو عموم پر محمول کرتے تھے اور اس حدیث کی تعمیم اور تخصیص میں ان کی آراء اور اجتہاد میں اختلاف ہوگیا، حضرت علی اور حضرت عباس کو اپنے موقف پر اصرار تھا اس وجہ سے پہلے انہوں نے حضرت ابوبکر سے اور پھر حضرت عمر سے میراث کی تقسیم کا مطالبہ کیا۔[2]

دوسرا اشکال یہ ہے کہ حضرت عمر نے جو حضرت عباس اور حضرت علی سے فرمایا کہ تم دونوں نے پہلے ابوبکر کو اور پھر مجھے جھوٹا، عہد شکن اور خائن گمان کیا اس کا کیا محمل ہے؟ علامہ آبی مالکی لکھتے ہیں کہ علامہ مازری مالکی نے اس کے جواب میں کہا ہے کہ یہ باب تنزل سے ہے یعنی تم دونوں نے حضرت ابوبکر کے استدلال اور حجت کو تسلیم نہیں کیا اور برابر میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے رہے، علامہ یہ ہے کہ تم نے سچے شخص کے ساتھ جھوٹے شخص کا معاملہ کیا نہ یہ کہ تم نے ان کو فی الواقع جھوٹا سمجھا۔ علامہ آبی مالکی لکھتے ہیں کہ یہاں ہمزہ استفہام محذوف ہے یعنی افرایتماہ کاذبا غادرا خائنا آثما۔ ـ کیا تم نے ابوبکر کو جھوٹا، عہد شکن، خائن اور گنہگار سمجھا تھا؟ لہٰذا یہ استفہام انکاری ہے، یعنی جب تم حضرت ابوبکر کو جھوٹا اور عہد شکن نہیں سمجھتے تھے تو پھر کیوں بار بار میراث کی تقسیم کا مطالبہ کرتے تھے؟[3]

[1] امام ابوالحسن مسلم بن حجاج القشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، فتح الباری ج ۶ ص ۲۰۴، (ملخصاً) مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ لاہور ۱۴۰۱ھ
[3] علامہ ابوعبداللہ محمد بن خلفہ ابی وشتانی مالکی متوفی ۸۲۸ھ، اکمال اکمال المعلم ج ۵ ص ۸۰، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت

میں کہتا ہوں کہ ان توجیہات کے صحیح اور صواب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں ان اراضی کو حضرت فاطمہ کی اولاد کی ملکیت میں نہیں دیا اور اس سے یہ ظاہر ہو گیا کہ بعد میں حضرت علی کو یہ شرح صدر ہو گیا کہ اس حدیث کے بارے میں حضرت ابوبکر کا اجتہاد صحیح اور صائب تھا اور یہ کہ یہ حدیث اپنے عموم پر ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متروکات میں سے کسی چیز میں وراثت جاری نہیں ہو گی۔

ہم نے جو اس حدیث کی تحقیق کی ہے اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی اور حضرت عمر کا اس حدیث سے استدلال میں اختلاف تھا اور اس حدیث کی صحت میں اہل بیت کا اختلاف نہیں تھا نہ حضرت علی، حضرت فاطمہ اور حضرت عباس میں سے کسی نے اس حدیث کا انکار کیا تھا جیسا کہ ملا باقر مجلسی نے سمجھا ہے بلکہ انہوں نے قسم کھا کر اس حدیث کا اعتراف کیا اور اس کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ ائمہ شیعہ نے بھی اس حدیث کو کئی اسانید سے روایت کیا ہے جیسا کہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی اور حضرت فاطمہ کو حدیث لَا نُوْرَثُ پر مطلع نہیں فرمایا تھا؟

ملا باقر مجلسی نے کہا ہے کہ اس حدیث کے باطل اور موضوع ہونے پر تیسری دلیل یہ ہے کہ اگر واقعی کوئی ایسی حدیث ہوتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی، اور حضرت فاطمہ کو اس پر ضرور مطلع فرماتے تاکہ وہ حضرت ابوبکر سے وراثت کے معاملہ میں ناحق جھگڑا نہ کرتے اور جب آپ نے ان کو اس حدیث پر مطلع نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ یہ حدیث محض افترا اور جھوٹ ہے۔

الجواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پر حضرت علی اور حضرت عباس کو بھی مطلع کیا تھا کیونکہ امام مسلم نے حضرت مالک بن اوس سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر نے حضرت عباس اور حضرت علی کو قسم دے کر پوچھا کہ کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہم کسی کو وارث نہیں بناتے ہم نے جو کچھ چھوڑا سب وہ صدقہ ہے ؟ تو حضرت عباس اور حضرت علی دونوں نے فرمایا: ہاں! اور جب حضرت عباس اور حضرت علی اس حدیث پر مطلع تھے تو یقیناً حضرت فاطمہ بھی اس حدیث پر مطلع تھیں اور اہل بیت کے نزدیک یہ حدیث ثابت اور غیر متنازعہ فیہ تھی کیونکہ ائمہ اہل بیت نے اس حدیث کو خود بیان کیا ہے جیسا کہ شیخ کلینی نے اس حدیث کو امام ابوعبد اللہ سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے رہا یہ کہ جب حضرت فاطمہ کے نزدیک یہ حدیث ثابت تھی تو انہوں نے پھر حضرت ابوبکر سے میراث کا مطالبہ کیوں کیا تو اس کا جواب ہم ابھی ابھی بیان کر چکے ہیں کہ حضرت فاطمہ کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام نہیں تھا حتیٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام متروکات کو شامل ہو اور حضرت ابوبکر کے نزدیک اس حدیث کا حکم عام تھا اور آپ کے تمام ترکہ کو شامل تھا۔

حدیث لَا نُوْرَثُ روایت کرنے والے صحابہ کرام کا تعدد اور تکثر

ملا باقر مجلسی نے اس حدیث پر آخری اعتراض یہ کیا ہے

کہ اگر یہ حدیث واقعۃً ہوتی تو اس کے روایت کرنے والے بکثرت ہوتے حالانکہ ابوبکر اور دو تین منافقوں کے سوا اس حدیث کا اور کوئی راوی نہیں ہے، اور اس سے یہ واضح ہوگیا کہ یہ حدیث جھوٹ ہے۔

الجواب یہ حدیث حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے علاوہ اور بھی متعدد صحابہ سے مروی ہے، ہم اختصار کے ساتھ اس حدیث کو مستند کتب حدیث کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ام المؤمنین اخبرتہ ان فاطمۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سالت ابا بکر الصدیق بعد وفاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یقسم لھا میراثھا مما ترک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مما افاء اللہ علیہ فقال لھا ابوبکر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ الحدیث[1]

ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر سے یہ سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فئی عطا کیا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں جو کچھ چھوڑا ہے اس میں ان کی میراث کو تقسیم کریں، حضرت ابوبکر نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم[2]، امام ترمذی[3]، امام نسائی[4]، امام احمد[5]، امام بیہقی[6]، اور استاذ علی متقی[7] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن مالک بن اوس بن حدثان ... ... فقال عمر اتئدوا انشدکم باللہ الذی باذنہ تقوم السماء والارض ھل تعلمون ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت مالک بن اوس بن حدثان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے (حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمن، حضرت زبیر اور حضرت سعد سے) کہا ٹھیرو! میں تم کو اللہ کی قسم دے کر سوال کرتا ہوں جس کے

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۲۶-۴۳۵، ج ۲ ص ۹۹۵-۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[2] امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۲-۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[3] امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ص ۲۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4] امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۸، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[5] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۱۰، ۹، ۶، ۴، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[6] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، ۳۰۱، ۳۰۰، ۲۹۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[7] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ

قال لا نورث ما ترکنا صدقۃ یرید بذلک نفسہ قالوا قد قال ذلک [1]

اذن سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا، ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، انھوں نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام ابوداؤد [3]، امام نسائی [4]، امام احمد [5]، امام بیہقی [6]، اور شیخ علی متقی [7] نے بھی روایت کیا ہے۔

امام ترمذی نے بیان کیا ہے کہ یہ حدیث حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد، حضرت عائشہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے، سو کہتے ہیں:

وفی الباب عن عمر، وطلحۃ والزبیر وعبد الرحمٰن بن عوف وسعد وعائشۃ وحدیث ابی هریرۃ حدیث حسن غریب [8]

اس باب میں حضرت عمر، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد اور حضرت عائشہ سے بھی روایت ہے اور حضرت ابوہریرہ کی حدیث حسن غریب ہے۔

امام بخاری نے بیان کیا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت زبیر، حضرت سعد، حضرت عباس اور حضرت علی نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا! امام بخاری روایت کرتے ہیں:

فقال مٰلک انطلقت حتی ادخل علی عمر اذا تاہ حاجبہ یرفأ فقال هل لک فی عثمان وعبد الرحمٰن والزبیر وسعد یستأذنون قال نعم فاذن لهم قال فدخلوا وسلموا فجلسوا ثم لبث

حضرت مالک بن اوس بن حدثان روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا اس وقت ان کا دربان یرفا آیا اور کہا حضرت عثمان، حضرت عبدالرحمان، حضرت زبیر اور حضرت سعد آنے کی اجازت مانگ رہے ہیں، آپ کا کیا حکم ہے! حضرت عمر نے

---

1. امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۵۵۵، ۵۷۶، ۶۰۹، ۸۰۶/۹۹۶، ۱۰۸۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع
2. امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
3. امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ
4. امام احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، سنن نسائی ج ۲ ص ۱۵۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی
5. امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، ج ۱ ص ۴۹۱/ ۲۰۸، ۱۶۱، ۱۶۴، ۱۶۲، ۲۰۶، ۲۹۰/ ۲۸۰، ۲۸۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
6. امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۰، ۲۹۹، ۲۹۸، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
7. شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۵ھ
8. امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، جامع ترمذی ۲۵۰، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

يرفأ قليلا فقال لعمر هل لك في علي وعباس قال نعم فاذن لهما فلما دخلا فسلما وجلسا فقال عباس يا امير المؤمنين اقض بيني وبين هذا فقال الرهط عثمان واصحابه يا امير المؤمنين اقض بينهما وارح احدهما من الآخر فقال عمر اتئدوا انشدكم بالله الذي باذنه تقوم السماء والارض هل تعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركنا صدقة يريد رسول الله صلى الله عليه وسلم نفسه قال الرهط قد قال ذلك فاقبل عمر على علي وعباس فقال انشدكما بالله هل تعلمان ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ذلك قالا قد قال ذلك۔ [1]

کہا ہاں اور اجازت دی وہ لوگ آگئے، سلام کیا اور بیٹھ گئے، تھوڑی دیر بعد یرفاء پھر آیا اور کہنے لگا حضرت عباس اور حضرت علی کے متعلق کیا حکم ہے؟ حضرت عمر نے کہا ہاں! اور ان کو اجازت دے دی پھر وہ دونوں اگر سلام کر کے بیٹھ گئے حضرت عباس نے کہا اے امیر المؤمنین! میرے اور اس شخص (حضرت علی) کے درمیان فیصلہ کیجئے، حضرت عثمان اور ان کے اصحاب نے بھی کہا: اے امیر المؤمنین! ان کے درمیان فیصلہ کیجئے اور ایک کو دوسرے سے راحت دلائیے حضرت عمر نے کہا ٹھہر جاؤ میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں کیا تمہیں یہ علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، (اس سے حضور کی اپنی ذات مراد تھی) اس جماعت نے کہا ہاں آپ نے یہ فرمایا تھا، پھر حضرت عمر، حضرت علی اور حضرت عباس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا میں تم کو اللہ کی قسم دیتا ہوں کیا تم کو علم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا، حضرت علی اور حضرت عباس نے کہا بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔

اس حدیث کو امام مسلم [2]، امام بیہقی [3]، اور امام ابو داؤد [4] نے بھی روایت کیا ہے۔
ملا باقر مجلسی نے جو لکھا ہے کہ حضرت عثمان، حضرت عبد الرحمٰن، حضرت سعد اور حضرت زبیر نے حضرت عمر کے خوف سے یہ شہادت دی تھی چونکہ یہ دعویٰ بلا دلیل ہے اس لیے مردود ہے۔
امام مسلم اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

عن ابي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا نورث ما تركناه

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارا وارث نہیں بنایا

---

[1] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۲، ۵۷۵، ۹۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ ھ
[2] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۰، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ ھ
[3] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۲۹۷، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ ھ، سنن ابو داؤد ج ۲ ص ۲۵۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ ھ

صدقۃ۔[1] جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام احمد[2]، امام بیہقی[3] اور شیخ علی متقی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکنا ہ صدقۃ رواہ البزار ورجالہ رجال الصحیح۔[5]

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

اس حدیث کو شیخ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔[6]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردن ان یبعثن الی ابی بکر یسألنہ میراثھن فقالت عائشۃ الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر کے پاس کسی کو بھیج کر میراث کا سوال کریں۔ حضرت عائشہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا۔ ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم[8]، امام ابوداؤد[9]، امام مالک[10]، اور امام احمد[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1]۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[2]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[3]۔ امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[4]۔ شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

[5]۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ

[6]۔ شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲، مطبوعہ موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ

[7]۔ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[8]۔ امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

[9]۔ امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

[10]۔ امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، موطا امام مالک ص ۷۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

[11]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

صدقۃ۔[1] جائے گا ہم نے جو کچھ چھوڑا ہے وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام احمد[2]، امام بیہقی[3] اور شیخ علی متقی[4] نے بھی روایت کیا ہے۔

حافظ نور الدین الہیثمی بیان کرتے ہیں:

عن حذیفۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما ترکنا ہ صدقۃ رواہ البزار و رجالہ رجال الصحیح۔[5]

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے، اس حدیث کو امام بزار نے روایت کیا ہے اور اس کے تمام راوی صحیح ہیں۔

اس حدیث کو شیخ علی متقی نے بھی بیان کیا ہے۔[6]

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں:

عن عائشۃ ان ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اردن ان یبعثن الی ابی بکر یسئلنہ میراثھن فقالت عائشۃ الیس قد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا نورث ما ترکناہ صدقۃ۔[7]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فوت ہونے کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج نے یہ ارادہ کیا کہ حضرت ابوبکر کے پاس کسی کو بھیج کر میراث کا سوال کریں۔ حضرت عائشہ نے کہا کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا۔ ہم نے جو کچھ چھوڑا وہ صدقہ ہے۔

اس حدیث کو امام مسلم[8]، امام ابوداؤد[9]، امام مالک[10]، اور امام احمد[11] نے بھی روایت کیا ہے۔

---

[1] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۳، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[2] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۲ ص ۴۶۳، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ
[3] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان
[4] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲۰، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
[5] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۹ ص ۴۴، مطبوعہ دار الکتاب العربی، ۱۴۰۲ھ
[6] شیخ علی متقی بن حسام الدین ہندی متوفی ۹۷۵ھ، کنز العمال ج ۱۱ ص ۲، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۰۵ھ
[7] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۹۶، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ
[8] امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ
[9] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۶۰، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۶ھ
[10] امام مالک بن انس اصبحی متوفی ۱۷۹ھ، مؤطا امام مالک ص ۷۳۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور
[11] امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۶ ص ۲۰۲، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت ۱۳۹۸ھ

ہم نے مستند کتب حدیث کے حوالہ جات سے اس حدیث کی روایت اور تصدیق کرنے والے جن صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے وہ یہ ہیں: (۱) حضرت ابوبکر (۲) حضرت عمر (۳) حضرت عثمان (۴) حضرت عباس (۵) حضرت علی (۶) حضرت طلحہ (۷) حضرت زبیر (۸) حضرت عبدالرحمان بن عوف (۹) حضرت سعد بن ابی وقاص (۱۰) حضرت ابوہریرہ (۱۱) حضرت حذیفہ (۱۲) اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے چونکہ تمام مہاجرین، انصار اور اہل بیت کے سامنے یہ حدیث روایت کی تھی اور کسی نے اس سے اختلاف نہیں کیا تو اس پر تمام صحابہ اور اہل بیت کا اجماع ہو گیا، امام بیہقی اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

عن فضیل بن مرزوق قال قال زید بن علی بن الحسین بن علی اما انا فلو کنت مکان ابی بکر رضی اللہ عنہ لحکمت بمثل ما حکم بہ ابوبکر رضی اللہ عنہ فی فدک۔[۱]

فضیل بن مرزوق کہتے ہیں کہ زید بن علی بن حسین بن علی رضی اللہ عنہما نے کہا اگر میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی جگہ ہوتا تو فدک کے بارے میں میں بھی وہی فیصلہ کرتا جو حضرت ابوبکر نے کیا تھا۔

یہ اہل بیت کی شہادت ہے، اور بکثرت کتب احادیث میں حضرت علی کی تصدیق ہے نیز حضرت علی نے اپنی خلافت کے دوران حضرت ابوبکر اور عمر کے طریقہ کو برقرار رکھا سو یہ تمام امور اس حدیث کی صحت اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے موقف کی صداقت پر ٹھوس دلائل اور شواہد ہیں، احادیث اہل سنت پیش کرنے کے بعد اب ہم اس حدیث کے ثبوت میں اہل تشیع کی احادیث پیش کر رہے ہیں۔

حدیث لانورث کا اہل تشیع کی اسانید سے ثبوت

شیخ کافی کلینی روایت کرتے ہیں:

عن ابی البختری عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: ان العلماء ورثۃ الانبیاء وذالک ان الانبیاء لم یورثوا درھما ولا دینارا، وانما اورثوا احادیث من احادیثھم۔[۲]

ابوالبختری بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام نے فرمایا: علماء انبیاء کے وارث ہیں، اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کسی کو درہم اور دینار کا وارث نہیں کرتے، انبیاء علیہم السلام صرف اپنی احادیث کا وارث کرتے ہیں۔

WWW.FREEISLAM.COM

اس حدیث میں تصریح ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی صرف ان کے علم میں وراثت جاری ہوتی ہے۔

عن القداح عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من سلك طریقا یطلب فیہ علما

قداح بیان کرتے ہیں کہ ابوعبداللہ علیہ السلام نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے، اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے

---

[۱] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۲، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

[۲] شیخ ابوجعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۳۲، مطبوعہ دارالکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

سلك الله به طريقا الى الجنة (الى قوله) وان العلماء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارًا ولا درهمًا ولكن ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر.

راستہ پہلے جاتا ہے، اور علماء انبیاء کے وارث ہیں اور انبیاء کسی شخص کو درہم اور دینار کا وارث نہیں بناتے البتہ وہ علم کا وارث بناتے ہیں، پس جس نے علم حاصل کیا اس نے ان کی میراث سے بڑا حصہ حاصل کیا۔

اصول کافی اہل تشیع کی بہت معتبر اور مستند کتاب ہے اور اس کا ان کے ہاں وہی درجہ حاصل ہے جو اہل سنت کے ہاں صحیح بخاری کا مقام ہے، شیخ کلینی نے اس کتاب میں موجودہ قرآن کی تحریف اور تنقیص کے متعلق تمام روایات بیان کی ہیں اور یہ روایت درج کی ہے کہ موجودہ قرآن، اصل قرآن کا ایک ثلث (۱/۳) ہے [1] اور اس بھی بکثرت تحریف کی گئی ہے اور اس کے متعلق ایک مستقل باب قائم کیا گیا ہے، اور فروع کافی میں یہ روایت درج کی ہے کہ حضرت عمر نے حضرت ام کلثوم بنت فاطمہ کی فرج کو غصب کر لیا تھا [2] اور فدک کو ہبہ کرنے کے متعلق روایت درج کی ہے [3]۔ اس لیے اہل تشیع حضرات اس حدیث سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ نہیں کہہ سکتے کہ شیخ کلینی نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں "تقیۃً" درج کیا ہے کیونکہ اگر انہوں نے اہل سنت کی اس روایت کو "تقیۃً" درج کیا ہے تو پھر اہل سنت کے خلاف اس سے زیادہ شدید روایات کو اپنی کتاب میں کیوں درج کیا ہے!

یہاں تک ہم نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فدک کا مطالبہ کیا تھا لیکن جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جائے گا" تو حضرت زہراء خاموش ہو گئیں اور اس حدیث پر شیعہ علماء کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کیے، اس کے بعد اب ہم اہل سنت کے ان دلائل کا ذکر کرتے ہیں جن سے واضح ہو جائے گا کہ فدک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت میں تقسیم نہیں کیا جا سکتا تھا۔

فدک میں وراثت نہ جاری ہونے پر قرآن مجید سے استدلال

فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ کے صلح سے حاصل ہوا تھا اور جو علاقہ بغیر جنگ کے حاصل ہو وہ فیئ ہوتا ہے اور قرآن مجید میں یہ تصریح ہے کہ جو علاقہ فیئ ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتا بلکہ وقف ہوتا ہے اور وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا ثابت ہو گیا کہ فدک میں وراثت جاری نہیں ہو سکتی۔

رہا یہ کہ فدک فیئ ہے تو اس پر علماء اہل تشیع کی حسب ذیل تصریحات ہیں:

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۳۴، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ
[2] " " " ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۶۳۴-۶۳۳، " " " ، "
[3] " " " ، الاصول من الکافی ج ۵ ص ۳۴۶، " " " ، "
[4] " " " ، الاصول من الکافی ج ۱ ص ۵۴۳، " " " ، "

قال ابن عباس نزل قوله ما افاء الله على رسوله من اهل القرٰى الآية فی اموال كفار اهل القرٰى وهم قريظة وبنو النضير وهما بالمدينة وفدك وهی من المدينة على ثلاثة اميال وخيبر وقرى عرينة وينبع جعلها الله لرسوله يحكم فيها ما اراد واخبر انها كلها له۔[1]

(حضرت) ابن عباس نے فرمایا کہ: قرآن مجید کی آیت "ما افاء الله على رسوله من اهل القرٰى" کفار کی بستیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے یہ بستیاں قریظہ اور بنو النضیر کی بستیاں ہیں جو مدینہ میں تھیں اور فدک، یہ مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے اور خیبر ہے اور عرینہ کی بستی اور ینبع ہے، ان سب بستیوں کو اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کر دیا، آپ ان میں جو چاہتے وہ تصرف فرماتے، اور اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی کہ یہ تمام بستیاں آپ کے تصرف میں ہیں۔

شیخ محمد حسین طباطبائی نے بھی حضرت ابن عباس کی اس روایت کو بعینہٖ نقل کیا ہے۔[2]
نیز شیخ طباطبائی لکھتے ہیں:

وفی التهذيب باسناده عن الحلبی عن ابی عبد الله عليه السلام قال ما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه الآية قال الفیء ما كان من اموال لم يكن فيها هراقة دم او قتل۔[3]

تہذیب الاحکام میں اپنی سند کے ساتھ حلبی سے روایت ہے کہ امام ابو عبد اللہ علیہ السلام نے قرآن مجید کی اس آیت (ما افاء الله على رسوله الخ) کی تفسیر میں فرمایا فئی ان اموال کو کہتے ہیں جن کے حصول کے لیے جنگ کی گئی ہو نہ خون بہایا گیا ہو۔

شیخ محمد جواد مغنیہ لکھتے ہیں:

ومعنى الفیء فی اللغة الرجوع وفی اصطلاح الفقهاء ما اخذ من الكفار من غير قتال۔[4]

لغت میں فئی کا معنی لوٹانا ہے اور فقہاء کی اصطلاح میں اس کا معنی ہے جو چیز کفار سے بغیر جنگ کے حاصل کی گئی ہو۔

علماء شیعہ کی مذکور الصدر تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ فئی اس زمین کو کہتے ہیں جو بغیر جنگ کے حاصل ہوئی ہو، اور فدک بھی فئی تھا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر جنگ کے حاصل ہوا تھا اب دیکھیے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے فئی کے کیا احکام نازل فرمائے ہیں: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

ما افاء الله على رسوله من اهل القرٰى

اور جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ بستیوں کے لوگوں سے

---

[1]۔ شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ھ، مجمع البیان ج ۹ ص ۲۶۰، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ تہران، طبع دوم ۱۳۸۰ھ
[2]۔ سید محمد حسین طباطبائی متوفی ۱۴۰۲ھ، المیزان ج ۹ ص ۲۲۱، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ طہران، طبع چہارم، ۱۳۶۲ھ
[3]۔ " " " " ، المیزان ج ۹ ص ۲۲۱، " " " " " "
[4]۔ شیخ محمد جواد مغنیہ، فقہ الامام جعفر الصادق ج ۲ ص ۲۷۶، دار العلم بیروت

فلله وللرسول ولذى القربى واليتمٰى والمسٰكين وابن السبيل كى لا يكون دولة بين الاغنياء منكم (الٰى قوله تعالٰى) للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله ورضوانا (الٰى قوله تعالٰى) والذين تبوؤ الدار والايمان من قبلهم يحبون من هاجر اليهم (الٰى قوله تعالٰى) والذين جاءو من بعدهم يقولون ربنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان۔

(حشر: ۵۹/ ۱۰-۶)

اپنے رسول کی طرف لوٹا دے، وہ اللہ، رسول (اور رسول کے) رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کے لیے ہے تاکہ یہ مال تمہارے دولت مند لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے، اور یہ ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور جائیدادوں سے نکال دیے گئے۔ درآں حالیکہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا کو طلب کرتے تھے، اور یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو مہاجرین کے آنے سے پہلے دار ہجرت میں رہتے ہیں اور مہاجرین سے محبت کرتے ہیں، اور یہ ان لوگوں کے لیے بھی ہے جو ان (پہلوں) کے بعد آئیں گے اور یہ کہیں گے اے ہمارے رب ہماری مغفرت فرما اور ہم سے پہلے مسلمانوں کی مغفرت فرما۔

سورہ حشر کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہے کہ فیٔ کی آمدنی اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، فقرا مہاجرین، انصار صحابہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کی جائے گی، اور جب علماء شیعہ کی تصریحات سے یہ واضح ہو گیا کہ فدک بھی فیٔ ہے تو از روئے قرآن مجید فدک کی آمدنی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم، آپ کے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور فقراء مہاجرین، انصار صحابہ اور بعد میں آنے والے مسلمانوں پر خرچ کیا جانا ضروری ہے اور جس جائیداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مہاجرین، انصار اور بعد کے مسلمانوں کا بھی حصہ ہو اس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت کیسے جاری ہو سکتی ہے!۔

وراثت اس جائیداد میں جاری ہوتی ہے جو کسی شخص کی شخصی ملکیت ہو اور سورہ حشر کی ان آیات سے واضح ہو گیا کہ فدک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت نہیں تھا بلکہ اس کی آمدنی عہد رسالت کے مستحق مسلمانوں سے لے کر بعد میں آنے والے مسلمانوں تک کے لیے وقف تھی اور وقف میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ اگر اللہ تعالیٰ فدک کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی شخصی ملکیت میں دے دیتا تب اس میں وراثت کا سوال اٹھ سکتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے فدک کو شخصی ملکیت قرار نہیں دیا بلکہ شخصی ملکیت کی یہ فرما کر نفی فرمائی ہے کہ کی لا یکون دولة بین الاغنیاء منکم۔ "تاکہ یہ مال تمہارے دولت مند لوگوں کے درمیان گردش نہ کرتا رہے"۔ اگر علماء شیعہ کے قول کے مطابق فدک وراثت میں اہل بیت کی طرف منتقل کر دیا جاتا تو یہ جائیداد نسل در نسل اہل بیت کے دولت مندوں میں گردش کرتی رہتی اور یہ قطعاً صریح قرآن کے خلاف ہوتا، اللہ تعالیٰ نے فدک کو شخصی ملکیت میں نہیں دیا، بلکہ اللہ کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کے قرابت داروں اور اس دور کے اور بعد کے عام مستحق مسلمانوں کی ضروریات کے لیے اس

سہ۔ اللہ تعالیٰ کے لیے خرچ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ خالص اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جائے مثلاً مساجد کی تعمیر میں خرچ کیا جائے۔

کے خرچ کو متعین کر دیا، اسی وجہ سے حضرت ابوبکر نے فدک میں آپ کی وراثت نہیں جاری کی اور اس کی آمدنی کو ازواج مطہرات، اہل بیت اور دیگر مستحق مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ کیا اور کہا میں اس کی آمدنی کو انھی مدات پر خرچ کرتا رہوں گا جن مدات پر اس کی آمدنی کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے، اور میں اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم نہیں کروں گا، اور مجھے یہ خدشہ ہے کہ اگر میں نے اس خرچ میں سے کسی چیز کو کم کیا تو میں گمراہ ہو جاؤں گا (صحیح بخاری ج ا ص ۴۳۵) اور حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی نے بھی حضرت ابوبکر کے طریق کار کو برقرار رکھا اور فدک بدستور قومی ملکیت میں رہا اور اس کی آمدنی ازواج مطہرات، اہل بیت اور دیگر مسلمانوں کی ضروریات پر خرچ ہوتی رہی۔

ہمارے اس استدلال کا خلاصہ یہ ہے کہ فدک فئی تھا اور فئی از روئے قرآن وقف ہوتا ہے لہٰذا فئی وقف ہوا اور فئی میں وراثت جاری نہیں ہوتی، اس لیے فدک میں وراثت جاری نہیں ہوگی، اخیر میں ہم فدک کے فئی ہونے پر علماء شیعہ کا ایک اور حوالہ پیش کر رہے ہیں:

مؤرخ شہیر میرزا محمد تقی لکھتے ہیں:

وچوں فتح فدک بے لشکر سوارہ وپیادہ بنود، تمامت خاص پیغمبر گشت، وایں آیت مبارکہ مفاد ایں معنی تواند بود۔

جب فدک شہسواروں اور پیادہ فوج کے بغیر فتح ہوا تو وہ پیغمبر کے ساتھ خاص ہو گیا، اور اس آیت مبارکہ کا مصداق ہو گیا۔

وما افاء الله على رسوله منهم فما اوجفتم عليه من خيل ولا ركاب ولكن الله يسلط رسله على من يشاء والله على كل شئ قدير الخ [1]

اور جو مال اللہ تعالیٰ نے کفار کے قبضہ سے نکال کر اپنے رسول کی طرف لوٹا دیے وہ ایسے مال نہیں ہیں جن پر تم نے اپنے گھوڑے اور اونٹ دوڑائے ہوں بلکہ اللہ اپنے رسولوں کو جس پر چاہتا ہے تصرف عطا فرما دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔

میرزا محمد تقی نے اس عبارت میں یہ تصریح کر دی ہے کہ فدک فئی تھا اور سورۂ حشر کی ان آیات کا مصداق تھا اور ہم بیان کر چکے ہیں کہ سورۂ حشر کی ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے فئی کے یہ مصارف بیان کیے ہیں، اللہ کے لیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے قرابت داروں کی ضروریات کے لیے، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مہاجرین انصار اور بعد میں آنے والے مسلمانوں کی ضروریات کے لیے، اور یہ بات بالکل بدیہی ہے کہ جس چیز میں ان مدات پر خرچ کرنا متعین ہو وہ شخصی ملکیت نہیں ہو سکتی، کیونکہ شخصی ملکیت میں یہ قید نہیں ہوتی کہ اس کو فلاں فلاں مد پر خرچ کیا جائے آدمی جس چیز کا شخصی طور پر مالک ہو وہ چاہے تو اس تمام کو صرف اپنی ذات پر خرچ کرے اور چاہے تو وہ سارا مال اپنے قرابت داروں کو دے دے یا سب راہ خدا میں (جہاد وغیرہ پر) خرچ کر دے یا کسی ایک یتیم کو دے دے علیٰ ہذا القیاس اس پر یہ لازم نہیں ہے وہ اپنی جائیداد کو ان نو مذکور مصارف پر خرچ کرے، جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں فئی کو ان نو مدات پر خرچ کرنا لازم کر دیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ فئی شخصی ملکیت نہیں ہوتی اور فدک بالاتفاق فئی ہی ہے تو ثابت ہو گیا کہ

[1] مؤرخ شہیر میرزا محمد تقی متوفی ۱۲۹۷ھ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ، ۱۳۶۳ھ

فدک کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہے اور جو چیز شخصی ملکیت نہ ہو اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی لہٰذا فدک میں وراثت جاری نہیں ہوگی۔

سورۂ حشر کی ان آیات سے جس طرح یہ ثابت ہوتا ہے کہ فدک کو وراثت میں نہیں دیا جاسکتا اسی طرح ان آیات سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فدک کو ہبہ نہیں کیا جا سکتا کیونکہ فدک فئی ہے اور فئی وقف ہوتا ہے اور جو چیز وقف ہو اس کو نہ بیچا جا سکتا ہے نہ ہبہ کیا جا سکتا ہے۔

علماء شیعہ کا یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دیا تھا

فدک کے متعلق علماء شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ زہراء کو اپنی حیات مبارکہ میں فدک ہبہ کر دیا تھا۔ ہم پہلے اس سلسلہ میں علماء شیعہ کی تصریحات پیش کریں گے پھر بکثرت دلائل سے یہ واضح کریں گے کہ آپ نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ نہیں کیا تھا اور یہ دعویٰ صحیح نہیں ہے۔

شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

عن علی بن اسباط قال: لما ورد ابوالحسن موسی علیہ السلام علی المهدی رآہ یرد المظالم فقال یا امیرالمؤمنین ما بال مظلمتنا لا ترد؟ فقال له: وما ذاك یا ابا الحسن؟ قال إن الله تبارك و تعالیٰ لما فتح علی نبیه صلی الله علیه وسلم فدك وما والاها لم یوجف علیه بخیل ولا رکاب فانزل الله علی نبیه صلی الله علیه وسلم وآت ذا القربیٰ حقه، فلم یدر رسول الله صلی الله علیه وسلم من هم فراجع فی ذلك جبرئیل وجبرئیل علیه السلام ربه فاوحی الله الیه ان ادفع فدك الی فاطمة علیها السلام فدعاها رسول الله صلی الله علیه وسلم فقال لها یا فاطمة ان الله امرنی ان ادفع الیك فدك فقالت قد

علی بن اسباط بیان کرتے ہیں کہ جب ابوالحسن موسیٰ علیہ السلام (خلیفہ) مہدی کے پاس گئے اور یہ دیکھا کہ وہ لوگوں کے حقوق واپس کر رہے ہیں تو ان سے کہا اے امیرالمؤمنین کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے حقوق واپس نہیں کرتے؟ مہدی نے کہا آپ کے کون سے حقوق ہیں؟ ابوالحسن نے کہا فدک اور اس کا قرب و جوار، جن پر گھوڑے دوڑائے گئے تھے نہ اونٹ، پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر یہ آیت نازل فرمائی "قرابت داروں کو ان کا حق دیجئے"، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پتہ نہ چلا کہ کون سے قرابت دار مراد ہیں، آپ نے جبرئیل سے پوچھا اور جبرئیل نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا تب اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ وحی نازل کی کہ آپ حضرت فاطمہ کو فدک دے دیں، پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فرمایا: اے فاطمہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تم کو فدک دے دوں، حضرت فاطمہ نے کہا یا رسول اللہ!

قبلت یا رسول اللہ من اللہ و منک [1]

میں نے اللہ کی طرف سے اور آپ کی طرف سے فدک کو قبول کر لیا

احمد بن ابو یعقوب لکھتے ہیں:

حضرت حسنین کے فرزندوں میں سے ایک فرزند خلیفہ مامون رشید کے پاس گئے اور یہ شکایت کی کہ پیغمبر نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا، پیغمبر کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ نے (حضرت) ابو بکر سے مطالبہ کیا کہ فدک ان کے حوالے کر دیں (حضرت) ابو بکر نے حضرت فاطمہ سے کہا کہ اپنے دعویٰ پر گواہ پیش کریں، انھوں نے گواہی میں حضرت علی، حضرت حسن، حضرت حسین اور ام ایمن کو پیش کیا ——— [2]

شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی لکھتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری قال لما نزل قولہ و اٰت ذاالقربیٰ حقہ اعطی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فدکا [3]

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی قرابت داروں کو ان کا حق دیجئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ کو فدک عطا کر دیا

شیخ علی بن ابراہیم قمی واٰت ذاالقربیٰ حقہ ——— کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

انزلت فی فاطمۃ علیہا السلام فجعل لہا فدک۔ [4]

یہ آیت حضرت فاطمہ کے بارے میں نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

ثم ان فاطمۃ علیہا السلام بلغہا ان ابا بکر قبض فدکا فخرجت فی نساء بنی ہاشم حتی دخلت علی ابی بکر فقالت یا ابا بکر تریدان تاخذ منی ارضا جعلہا لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و تصدق بہا علی من الوجیف الذی لم یوجف المسلمون علیہ بخیل و لا رکاب۔ [5]

پھر جب حضرت فاطمہ علیہا السلام تک یہ خبر پہنچی کہ (حضرت) ابو بکر نے فدک پر قبضہ کر لیا تو وہ بنو ہاشم کی عورتوں کے ساتھ (حضرت) ابو بکر کے پاس گئیں اور کہا اے ابو بکر! تم مجھ سے وہ زمین لینا چاہتے ہو جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرے لیے کر دی تھی اور مجھ پر صدقہ کر دی تھی۔ اور یہ وہ زمین ہے جس پر مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے تھے نہ اونٹ!

---

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ ھ، الاصول من الکافی ج ۲ ص ۵۴۳، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ تہران، ۱۳۶۵ھ

[2] شیخ احمد بن ابو یعقوب متوفی ۲۶۰ ھ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۴۹۳ – ۴۹۲، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران ۱۳۶۲ھ

[3] شیخ ابو علی فضل بن حسن طبرسی متوفی ۵۴۸ ھ، مجمع البیان ج ۵ ص ۴۱۱، مطبوعہ کتب فروشی اسلامیہ، طبع دوم، ۱۳۸۰ھ

[4] شیخ ابو الحسن علی بن ابراہیم القمی متوفی ۳۲۹ ھ، تفسیر قمی ج ۲ ص ۱۸، مطبوعہ مطبعۃ النجف، ۱۳۸۰ھ

[5] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ ھ، بحار الانوار ج ۲۸ ص ۳۴۳، مطبوعہ، المطبعۃ الاسلامیہ طہران، ۱۳۲۹ھ

(بقیہ آئندہ پر)۔

(فائدہ) بحار الانوار، ملا باقر مجلسی کی ایک بہت ضخیم کتاب ہے جس کی ایک سو جلدیں ہیں، اس کی انتیس ۲۹ سے چونتیس ۳۴

مورخ شہیر میرزا محمد تقی لکھتے ہیں :

چوں ایں فرمان بر سید کہ حق خویشاں را بازدہ پیغمبر فرمود! ایں خویشاں کہ اند عرض کرد فاطمہ علیہا السلام است، حوائط فدک را با او گذار حق خویش مطالب، چہ خداوند نیز حق خود با او گذاشت، و ایں فدک حصاری حد نشیب خیبر بود اگرچہ باستواری خیبر حصار نداشت، لکن خواستہ و خرماستا نہا بیش افزون بود،

جب یہ حکم پہنچا کہ "قرابت داروں کا حق انھیں دو" تو پیغمبر نے فرمایا کہ وہ قرابت دار کون ہیں؟ تو بتایا کہ وہ فاطمہ علیہا السلام ہیں، فدک کے باغات انھیں دے دو اور اپنا حق مت طلب کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بھی اپنا حق ان کے لیے چھوڑ دیا ہے، فدک خیبر کے نشیبی علاقے میں ایک قلعہ تھا ہر چند کہ خیبر جیسی اس کی فصیل نہ تھی لیکن اس کے محاصل اور اس کے اردگرد کھجوروں کے باغات بہت زیادہ تھے۔

لاجرم رسول خدای فاطمہ را طلب داشت و ایں آیت را بر او قرأت فرمود و اموالی کہ از فدک بدست کردہ بود، تسلیم داد و حوائط فدک را بر او گذاشت، فاطمہ عرض کرد آنچہ بفرمان خدا بہرہ من گشت، باز گذاشتم پیغمبر فرمود ایں جملہ از بہر خویشتن و فرزندان خود بدار دانستہ باش کہ بعد از من ایں فدک را از تو بستانند و با تو منازعت و مناجزت آغاز کنند۔

اس آیت کے نزول کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کے سامنے یہ آیت تلاوت کی اور فدک سے جو اموال حاصل ہوئے تھے حضرت فاطمہ کے حوالے کر دیے اور فدک کے باغات انھیں دے دیے۔ حضرت فاطمہ نے کہا اللہ کے حکم سے جو چیز میرا حصہ قرار پائی ہے وہ میں آپ کو دیتی ہوں، پیغمبر نے کہا یہ تمام علاقہ اپنے اور اپنی اولاد کے لیے رکھو اور یاد رکھو کہ میرے بعد یہ فدک تم سے لے لیا جائے گا اور اس کے سلسلہ میں تم سے جھگڑا کیا جائے گا۔

ایں وقت بفرمود تا صنادید صحابہ را انجمن کردند و در مجلس ایشاں حوائط فدک را با ہر ملک و ہر مال کہ از آنجا ماخوذ داشت، بتسلیم فاطمہ داد و وثیقہ نی نگاشت کہ فدک با ایں عواستہ خاص فاطمہ و فرزندان او حسن و حسین

اس گفتگو کے بعد آپ نے اکابر صحابہ کو جمع کیا اور ان کی مجلس میں فدک کو اس کی ہر ملکیت اور اس کے تمام محاصل سمیت حضرت فاطمہ کو دے دیا اور یہ دستاویز لکھ دی کہ فدک ان تمام محاصل سمیت فاطمہ اور ان کے فرزندگان

(گذشتہ سے پیوستہ)

جلد میں کتاب الفتن ہے جس میں منافقین اور مرتدین کے احوال بیان کیے گئے ہیں، فدک پر بھی اس جلد میں بحث کی گئی ہے لیکن ملا ملا باقر مجلسی نے کتاب الفتن میں صحابہ کرام پر اس قدر شدید اور غلیظ تبرا کیا ہے کہ کتاب الفتن کو اب ایران اور بیروت کا کوئی پبلیشر نہیں چھاپتا اور تمام ناشروں نے اس پر اتفاق کر لیا ہے کہ اس کتاب کی ۲۹ سے ۳۴ جلد کو نہیں چھاپا جائے گا، ہمارے پیش نظر اس وقت ایران کا چھپا ہوا نسخہ ہے جس میں ۲۹ سے ۳۴ تک کی جلدیں نہیں ہیں۔ ۱۲ - سعیدی غفرلہ،

است، پس دست تصرف فرا داشت، و آں اموال و اشغال بر مسلمین بخش کرد و ہر سال قرت خویش را از فدک برے گرفت، و آنچہ برزیادات بود بر مسلمین بذل میفرمود، چنانکہ از مستقصی و دیگر کتب مستفاد مے شود و مردم شیعی و بسیار کس از اہل سنت و جماعت بر ایں سخن متفق اند کہ رسول خدا فدک را بفاطمہ بخشید و در روزگار خویش بتصرف او نہاد و عامل فاطمہ ضبط فدک میکرد و بعد از آنکہ رسول خدا از ایں جہاں رحلت نمود ابوبکر عامل فاطمہ را از فدک معزول داشت و خود مضبوط ساخت[۱]

حسن اور حسین کا ہے اور آپ نے اس سے اپنا دست تصرف اٹھا لیا اور اس کے اموال اور خزانے مسلمانوں کو بخش دیئے، آپ ہر سال اپنی خوراک کو فدک کی آمدنی سے لیتے تھے اور اس کی آمدنی سے جو کچھ بچتا اس کو مسلمانوں پر خرچ کرتے تھے، جیسا کہ مستقصی اور دوسری کتابوں میں لکھا ہوا ہے، علماء شیعہ اور سنیوں کی بھی ایک جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول خدا نے فدک حضرت فاطمہ کو عطا کر دیا تھا۔ اور اپنی زندگی میں فدک کو حضرت فاطمہ کے تصرف میں دے دیا تھا، اور حضرت فاطمہ کا مقرر کردہ عامل فدک کا حساب کرتا تھا۔ اور جب رسول خدا نے اس جہان سے پردہ فرمایا تو (حضرت) ابوبکر نے حضرت فاطمہ کے عامل کو فدک سے معزول کر دیا اور فدک کو اپنے قبضہ میں لے لیا

میرزا محمد تقی نے جو یہ تاریخی حقائق بیان کیے ہیں یہ خود متعارض اور متضاد ہیں، ایک طرف انہوں نے یہ لکھا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے وآت ذا القربیٰ حقہ کے نازل ہونے کے بعد فدک حضرت فاطمہ کے حوالہ کر دیا تھا، حضرت فاطمہ نے اس پر قبضہ کر لیا تھا اور وہ ان کے تصرف میں آگیا تھا اور حضرت فاطمہ نے فدک پر اپنا عامل مقرر کر دیا تھا جو فدک کی آمدنی کو حساب سے وصول کرتا تھا اور دوسری طرف یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ایک سال کے اخراجات فدک کی آمدنی سے لیتے تھے اور جو کچھ باقی بچتا وہ مسلمانوں کو عطا کر دیتے تھے اور ان عبارات کا یہی مطلب ہے کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تحویل اور تصرف میں تھا آپ نے وہ کسی کو ہبہ نہیں کیا تھا اور آپ قرآن مجید کے حکم کے مطابق فدک کی آمدنی کو ان مدات پر خرچ کرتے تھے جن پر خرچ کرنے کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا۔

فدک کے دعویٰ ہبہ کا قرآن مجید کی روشنی میں ایک جائزہ

ہم ابھی ابھی " فدک میں وراثت نہ جاری ہونے پر قرآن مجید سے استدلال " کے زیر عنوان یہ بیان کر چکے ہیں کہ علماء شیعہ نے اس کی تصریح کی ہے کہ فدک فئی ہے اور سورۂ حشر کی آیات سے ثابت ہے کہ جو چیز فئی ہو وہ کسی کی شخصی ملکیت نہیں ہوتی بلکہ وقف ہوتی ہے، لہٰذا فدک وقف قرار پایا اور جو چیز وقف ہو اس کو ہبہ کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے فدک کو ہبہ کرنے کا دعویٰ از روئے قرآن باطل قرار پایا۔ دعویٰ ہبہ کے بطلان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ علماء شیعہ نے وآت ذا القربیٰ حقہ سے فدک کو ہبہ

[۱] مؤرخ شہیر میرزا محمد تقی متوفی ۱۲۹۷ھ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۳۰۶-۳۰۷، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ طبع مدام / ۱۳۶۳ھ

کرنے پر استدلال کیا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کرنے کے لیے فدک حضرت فاطمہ کو دے دیا، یہ دلیل اس لیے باطل ہے کہ یہ آیت سورۂ بنی اسرائیل اور سورۂ روم میں ہے اور یہ دونوں سورتیں مکی ہیں اور مکہ میں فدک تھا کب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ حضرت فاطمہ کو دے دیا ہو، مدینہ میں تشریف لانے کے سات سال بعد خیبر فتح ہوا ہے اور اس کے بعد صلح کے نتیجہ میں بغیر جنگ کے فدک حاصل ہوا۔ چنانچہ بعض محققین شیعہ نے بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا ہے کہ اس آیت سے فدک کو ہبہ کرنے پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے۔

شیخ محمد حسین طباطبائی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وبالاٰیة یظهر ان ایتاء ذی القربی و المسکین وابن السبیل ما شرع قبل الهجرة لانها آیة مکیة من سورة مکیة۔[1]

اس آیت سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رشتہ داروں، مسکینوں اور مسافروں کو دینا ہجرت سے پہلے مشروع ہو چکا تھا کیونکہ یہ آیت مکی ہے اور یہ سورۂ مکی کا جز ہے۔

شیخ طباطبائی نے دوسرے مفسروں کی طرح یہ نہیں لکھا کہ اس آیت کے نزول کے بعد اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ حضرت فاطمہ کو فدک دے دو بلکہ اس کے برخلاف یہ لکھا ہے کہ یہ آیت مکی ہے اور مکی سورت کا جز ہے اور رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحم کرنے کا حکم مکہ میں مشروع ہو چکا تھا۔

دعویٰ ہبہ کے بطلان کی ازروئے قرآن تیسری وجہ یہ ہے کہ واٰت ذا القربی کا سیاق وسباق اس چیز کو ظاہر کرتا ہے کہ اس آیت میں بالخصوص رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خطاب نہیں ہے بلکہ عام افراد امت سے خطاب ہے ملاحظہ کیجئے:۔

وقضی ربك الا تعبدوا الا ایاه وبالوالدین احسانا اما یبلغن عندك الکبر احدهما او کلاهما فلا تقل لهما اف ولا تنهرهما وقل لهما قولا کریما ٥ واخفض لهما جناح الذل من الرحمة وقل رب ارحمهما کما ربیٰنی صغیرا ٥ ربکم اعلم بما فی نفوسکم ان تکونوا صالحین فانه کان للاوابین غفورا ٥ واٰت ذا القربیٰ حقه والمسکین وابن السبیل ولا تبذر تبذیرا ٥ ان المبذرین کانوا اخوان الشیٰطین وکان الشیطٰن لربه کفورا ٥ واما تعرضن عنهم ابتغاء رحمة من ربك ترجوها فقل لهم قولا میسورا ٥ ولا تجعل یدك مغلولة الی

اور آپ کے رب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ تم لوگ اس کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر تمہارے پاس والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے میں رہیں تو انھیں اُف تک نہ کہو، اور ان کے سامنے نرمی اور رحم دلی کے ساتھ جھک کر رہو، اور یہ دعا کرو کہ اے پروردگار ان پر رحم فرما کیونکہ انھوں نے مجھے بچپن میں پالا تھا، تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ تمہارے دلوں میں کیا ہے، اگر تم نیک چلنی اختیار کرو تو وہ توبہ کرنے اور رجوع کرنے والوں کو معاف فرمانے والا ہے، رشتہ داروں کو ان کا حق دو اور مسکین اور مسافر کو اس کا حق دو، فضول خرچی نہ کرو، بلا شبہ فضول خرچی کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے رب کا نافرمان ہے، اگر تم ان رشتہ داروں

عنقك ولا تبسطها كل البسط فتقعد ملوما محسورا۔

(اسراء: ۱۷/ ۲۳-۲۹)

اور مسکینوں وغیرہ سے) اس وجہ سے اعراض کرو کہ ابھی تم اپنے رب کی اس رحمت کے منتظر ہو جس کی تمہیں امید ہے، تو انہیں نرمی سے جواب دے دو، نہ تو اپنا ہاتھ گردن سے بندھا رکھو اور نہ اسے بالکل ہی کھلا چھوڑ دو کہ حسرت زدہ اور ملامت زدہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔!

وآت ذا القربیٰ حقہ۔ جن آیات کی سلک میں منسلک ہے ان کے سیاق و سباق سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ باقی آیات کی طرح اس آیت میں بھی عام انسان کو خطاب ہے کہ وہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرے، نیک چلنی اختیار کرے، توبہ کرے، قرابت دار کو، مسکین اور مسافر کو اس کا حق دے، فضول خرچی نہ کرے، سائل کو نرمی سے جواب دے، بے حد فراخی سے خرچ کرے نہ بہت تنگی سے۔ کوئی انصاف پسند شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ ان آیات سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کیا گیا ہے۔ ایران سے ایک جدید تفسیر آئی ہے جس کو علماء شیعہ کی ایک جماعت نے مرتب کیا ہے اس میں بھی اس حقیقت کا اعتراف کیا گیا ہے، لکھتے ہیں:

در اینکہ منظور از ذی القربی در اینجا ہمہ خویشاوندان است یا خصوص خویشاوندان پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم (زیرا مخاطب در آیت اوست) در میان مفسران گفتگو است۔

آیت ذی القربیٰ سے عام رشتہ دار مراد ہیں یا بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ دار مراد ہیں، اس بات میں مفسرین نے بحث کی ہے۔

در احادیث متعددی کہ در نکات، بحث آن خواہد آمد می خوانیم کہ این آیہ بہ ذوی القربای پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم تفسیر شدہ، و حتی در بعضی می خوانیم کہ بہ داستان بخشیدن سرزمین فدک بہ فاطمہ زہرا علیہا السلام نظر دارد۔

متعدد احادیث میں ہم یہ پڑھتے ہیں کہ یہ آیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں کے ساتھ خاص ہے، یا حتیٰ کہ بعض تفاسیر میں ہم نے اس آیت کے تحت حضرت فاطمہ کو فدک کی سرزمین بخشنے کی روایت بھی پڑھی ہے۔

ولی چنانکہ بارہا گفتہ ایم اینگونہ تفسیرہا مفہوم وسیع آیات را محدود نمی کند، و در واقع بیان مصداق روشن و واضح است۔

اور ہم نے بارہا بیان کیا ہے کہ اس قسم کی تفاسیر اور روایات آیت کے مفہوم عام کو مقید اور محدود نہیں کر سکتیں اور واقع میں اس کا مصداق بالکل ظاہر ہے۔

خطاب بہ پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم در جملہ "وآت" دلیل بر اختصاص این حکم بہ او نیست، زیرا سائر احکامی کہ در این سلسلہ آیات وارد شدہ، مانند نہی از تبذیر یا مدارا با سائل و مستمند و یا نہی از بخل و اسراف، ہمہ بصورت خطاب بہ پیامبر صلی اللہ علیہ وسلم ذکر شدہ در حالی کہ می دانیم این احکام جنبہ اختصاص ندارد، و مفہوم آن کاملاً عام است۔[1]

اس آیت میں وآت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرنا اس حکم کے خاص ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتی، کیونکہ ان آیات کے باقی تمام احکام عام ہیں، مثلاً فضول خرچی سے منع کرنا، سائل اور محتاج کو نرمی سے جواب دینا اور بخل اور زیادہ خرچ کرنے سے منع کرنا اور ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ احکام اختصاص کا

[1] جمع از نویسندگان، تفسیر نمونہ، ج ۱۲ ص ۸۷، مطبوعہ دار الکتب الاسلامیہ ایران، ۱۳۴۳ھ

کا پہلو نہیں رکھتے اور ان تمام آیات کا مفہوم کلیۃً عام ہے۔

سورۂ روم میں بھی یہ آیت (وآت ذاالقربیٰ حقہ[1]) ہے لیکن شیعہ علماء نے صرف سورۂ اسراء کی آیت کی تفسیر میں فدک ہبہ کرنے کی روایات بیان کی ہیں، جبکہ سورۂ روم بھی مکی ہے اور وہاں بھی سیاق و سباق میں عام احکام بیان کیے گئے ہیں اور ہم چونکہ اختصار کے درپے ہیں اس لیے ہم ان آیات کا ذکر نہیں کر رہے قارئین سورۂ روم کی آیت نمبر ۳۸ اور اس کے سیاق و سباق کو خود ملاحظہ فرمالیں۔

حاصل بحث یہ ہے کہ سورۂ حشر کی آیات سے واضح ہوگیا کہ فئی وقف ہوتا ہے اور وقف کو ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور چونکہ فدک بھی بالاتفاق فئی ہے لہٰذا اس کو بھی ہبہ نہیں کیا جاسکتا اور وآت ذاالقربیٰ حقہ سے فدک کو ہبہ کرنے پر استدلال دو وجہ سے صحیح نہیں ہے اوّل یہ آیت مکی ہے دوم اس میں حکم عام ہے اور ان دونوں چیزوں کا علماء شیعہ نے بھی اعتراف کرلیا ہے۔ وللہ الحمد۔

فدک کو ہبہ کرنے کے دعویٰ کا میراث کے دعویٰ سے بطلان

علماء شیعہ کی طرف سے جو یہ دعویٰ کیا گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک ہبہ کر دیا تھا یہ اس وجہ سے بھی باطل ہے کہ خود علماء شیعہ کی تصریحات سے ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ نے فدک کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وراثت سے لینے کا مطالبہ کیا تھا اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جو کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو، لہٰذا مطالبہ میراث سے دعویٰ ہبہ باطل ہوگیا۔

فقیر سید محمد حسن تزدیجی نے اس اعتراض کا یہ جواب دیا ہے کہ:

حضرت زہراء اپنے والد کی ملک سے ہبہ اور عطاء کے عنوان سے فدک کو نہیں لے سکتی تھیں۔ اس لیے انھوں نے میراث کا مطالبہ کیا اور صاحب حق کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے حق کو ہر جائز طریقہ سے لینے کی جدوجہد کرے[1]

یہ عذر گناہ بدتر از گناہ ہے حضرت سیدتنا فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا کی طرف یہ منسوب کرنا کہ جو چیز میراث میں نہیں تھی آپ نے حصول دنیا کے لیے اس پر میراث کا دعویٰ کیا آپ کی طرف جھوٹ اور فریب کو منسوب کرنا ہے۔ العیاذ باللہ!۔

کیا زمانہ جہاد اور تنگی اور عسرت کے دور میں حضرت فاطمہ کو فدک کی جاگیر کا ہبہ کرنا متصور تھا؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سات ہجری میں خیبر کو فتح کیا اور اس کے بعد فدک آپ کے قبضہ اور تصرف میں آیا، اس زمانہ میں اشاعت اسلام، مسلمانوں کی حفاظت، ان کو کفار کے حملوں سے محفوظ رکھنے، ایلچیوں اور مہمانوں کے ٹھہرانے

[1] فقیر سید محمد حسن تزدیجی، فدک ص ۳۲، مطبوعہ کتب خانہ در مدرسہ چہل ستون مسجد جامع طہران، ۱۳۹۸ھ

اور جہاد کی تیاری کے لیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی، اور عام مسلمان سخت تنگی اور افلاس میں مبتلا تھے، خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت تھی کہ کئی کئی روز فاقے سے رہتے اور ضروری حاجات کو پورا کرنے کے لیے بھی پیسہ نہ تھا۔ ان حالات میں عام مسلمانوں کی کفالت، اشاعت اسلام اور جہاد کی تیاری کے لیے مال و دولت کی سخت ضرورت تھی کہا جاتا ہے کہ فدک کی آمدنی چوبیس ہزار یا ستر ہزار دینار سالانہ تھی، ان حالات میں کوئی ہوشمند یہ باور کر سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر آئے اور آپ وہ تمام جاگیر اپنی ایک بیٹی کو بخش دیں! نہ اشاعت اسلام کا خیال کریں نہ جہاد کے سازو سامان بننے کی فکر کریں نہ عام مسلمانوں کی ضروریات کا خیال کریں، سب کو نظر انداز کر کے یہ سارا مال و متاع اپنی　　بیٹی کو بخش دیں! کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت اور آپ کا کردار ایسا ہی تھا؟

اس کے برعکس رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا طریقہ مبارکہ یہ تھا کہ آپ کے پاس جب مال غنیمت آتا تو آپ دوسرے ضرورت مند مسلمانوں کو اس مال سے دیتے اور اپنے اہل بیت کو صبر اور ایثار و قربانی کی تلقین کرتے حتیٰ کہ ایک موقع پر سیدہ فاطمہ زہراء نے آپ سے خدمت کے لیے ایک کنیز مانگی تو وہ بھی نہیں دی اور ان کو تسبیح کرنے کی تلقین کی، ملا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں:

بہ سند معتبر جناب امیر سے روایت ہے جناب فاطمہ حضرت رسول کو محبوب ترین مردم تھیں اور اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھاتے کہ سینہ مبارک سے اثر ایذار ظاہر ہوا اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مجروح ہو گئے اور اس قدر گھر میں جھاڑو دی کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے لہٰذا کثرت کاروبار سے جناب سیدہ کو سخت تکلیف ہوئی۔ میں نے ایک روز کہا کہ اپنے پدر بزرگوار کے پاس جاؤ کہ مجھے کام کاج کے لیے ایک کنیز مول لے دیجئے۔ جناب فاطمہ رسول خدا کے پاس گئیں لوگوں کا ہجوم دیکھا کہ حضرت سے باتیں کر رہے ہیں اس وقت حیاء مانع ہوئی کہ حضرت سے بات کریں، گھر میں پھر (واپس) آئیں، جناب رسول خدا نے خیال فرمایا اور جانا کہ فاطمہ کسی کام کو آئی تھیں، دوسرے دن صبح کو حضرت ہمارے پاس آئے، اور ہم دونوں ایک لحاف میں تھے، دوسرا کپڑا نہ تھا کہ اسے اوڑھ کر باہر آتے، حضرت نے فرمایا السلام علیکم، ہمیں شرم آئی کہ اس حالت میں حضرت کے سلام کا جواب دیں، دوسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا اور ہم نے حیاء سے جواب نہ دیا، تیسری مرتبہ حضرت نے سلام کیا ہم ڈرے اگر ہم جواب نہ دیں گے تو حضرت پھر جائیں گے اور حضرت کی یہی عادت تھی، میں نے کہا وعلیکم السلام یا رسول اللہ تشریف لائیے۔ پس حضرت تشریف لائے سرہانے بیٹھے اور فرمایا: اے فاطمہ کل میرے پاس کیوں آئی تھیں؟ جب جواب سیدہ نے مارے شرم کے نہ دیا، میں ڈرا اگر جواب نہ دیا تو حضرت اٹھ جائیں گے اس وقت میں نے لحاف سے سر نکالا اور جناب فاطمہ کا مطلب عرض کیا، حضرت نے فرمایا کہ میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو تمہارے لیے کنیز سے بہتر ہو، پس فرمایا جب بستر خواب پر جاؤ تینتیس مرتبہ سبحان اللہ، تینتیس مرتبہ الحمد للہ، اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر کہو، اس وقت جناب فاطمہ نے لحاف سے سر نکال کر تین مرتبہ فرمایا میں خدا اور رسول سے راضی ہوں۔ [1]

یہ ائمہ شیعہ کی بیان کی ہوئی روایت ہے [2]، اور اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم حضرت فاطمہ

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۱ھ، جلاء العیون ج ۱ ص ۱۸۷ ـ ۱۸۶، (مترجم) مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور
[2] اس سے ملتی جلتی روایت صحیح بخاری ج ۲ ص ۸۰۸ ـ ۸۰۷ میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ سعیدی غفرلہ

کے لیے مال دنیا کو پسند نہیں کرتے تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب فاطمہ کو ایک کنیز تک نہیں دی تو کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے تمام مسلمانوں کی ضروریات جہاد اور اشاعت اسلام کے تقاضوں کو یکسر نظر انداز کر کے ستر ہزار سالانہ آمدنی کی جاگیر حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی ہو!

اب ہم ائمہ شیعہ کی بیان کردہ ایک اور روایت پیش کر رہے ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کے پاس دنیاوی مال دیکھنا سخت ناپسند تھا، ملا باقر مجلسی بیان کرتے ہیں:

مکارم اخلاق میں بسند معتبر حضرت امام محمد باقر سے روایت ہے جب جناب رسول خدا سفر کا ارادہ فرماتے تو سب سے آخر میں جناب فاطمہ کو رخصت کرتے اور ان کے گھر سے متوجہ سفر ہوتے اور جب سفر سے واپس آتے تو سب سے پہلے جناب فاطمہ سے ملاقات کرتے۔ جناب امیر نے مال غنیمت میں کوئی چیز لڑائی میں پائی تھی اور وہ جناب سیدہ کو دے دی تھی، جب جناب رسول خدا سفر میں گئے تو جناب فاطمہ نے اس مال غنیمت سے دو چاندی کے کڑے بنوائے، ہاتھ میں پہنے اور کپڑا لے کر دروازہ پر پردہ ڈالا، جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سفر سے واپس آئے اور داخل خانہ زہرا ہوئے، جناب فاطمہ خوش خوش استقبال کو آئیں حضرت نے جب کڑے اور پردہ دیکھا پھر (واپس) آئے اور مسجد میں جا کر بیٹھے، جناب سیدہ کو اس بات سے بہت رنج ہوا اور رو کر فرمانے لگیں اس سے پہلے حضرت نے کبھی ایسا نہیں کیا پس جناب حسن اور امام حسین کو بلایا اور پردہ کھول ڈالا، ایک صاحبزادے کو کڑے اور دوسرے کو پردہ دیا اور فرمایا ان کو میرے پدر بزرگوار کے پاس لے جاؤ اور میرا سلام کہو اور کہو کہ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد میں نے اس کے سوا اور کوئی کام نہیں کیا جو آپ کے غصہ اور غضب کا باعث ہو آپ ان چیزوں کو جو چاہیں فرمائیں، جب دونوں شاہزادوں نے اپنی مادر بزرگوار کا پیغام پہنچایا حضرت نے دونوں فرزندوں کو گود میں لیا اور پیار کیا، دونوں کو اپنے زانوؤں پر بٹھایا پھر حکم دیا کہ ان کڑوں کو توڑ کر اہل صفہ کے ان فقراء مہاجرین میں تقسیم کر دو جن کے پاس رہنے کے لیے مکان نہیں تھے اور پردہ کو لنگی (تہمت) کے برابر ٹکڑے ٹکڑے کیا اور ان لوگوں میں تقسیم کر دیا جن کے پاس ستر پوشی کے لیے کپڑا نہیں تھا، حضرت نے فرمایا خدا فاطمہ پر رحمت نازل کرے اور اس کو کپڑے کے عوض جامہ ہائے بہشت پہنائے۔ [1]

یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے عین مطابق ہے، اور اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ مزاج شناس رسول تھیں اور جب آپ نے جان لیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے پاس متاع دنیا دیکھنا پسند نہیں ہے تو چاندی کے ان دونوں کڑوں اور کپڑے کے اس پردہ کو فوراً فقراء مہاجرین پر صدقہ کر دیا اور اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کی خوشحالی کی بہ نسبت فقراء مہاجرین کی ضروریات کا زیادہ احساس تھا، سوچیے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت فاطمہ کے پاس مال دنیا میں چاندی کے دو کڑے اور پردے کی ایک چادر بھی دیکھنا گوارہ نہ تھا اور آپ ان کے پاس یہ مال دیکھ کر غصہ میں آ گئے اور ان سے ملے بغیر واپس چلے گئے تو کیسے تصور کیا جا سکتا ہے کہ آپ نے مال دنیا میں ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی اراضی حضرت فاطمہ کو ہبہ کر دی ہو، اور جس زمانہ میں مسلمانوں کی غربت اور افلاس کا یہ عالم ہو کہ ان کو جہاد کے لیے سواریاں تک میسر ہوں نہ وہ نان شبینہ کے محتاج ہوں" اس وقت اللہ نے جو مال فئی آپ کو یتیموں، مسکینوں اور مسافروں پر

[1] ۔ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۱ ص ۱۸۶۔۱۸۷، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

خرچ کرنے کے لیے دیا ہو آپ اس مال کو بجائے حاجت مندوں اور غرباء پر تقسیم کرنے کے وہ تمام مال اپنی بیٹی کو ہبہ کر دیں! کیا یہ عمل نبی کی سیرت کے مطابق ہے؟ بالخصوص اس نبی کی جس نے عیش و عشرت سے زندگی بسر کرنے کے بجائے سادگی سے زندگی بسر کی ہو اور اسی کی امت کو تلقین کی ہو کیا یہ ممکن ہے کہ جو امت کو ویؤثرون علی انفسہم (اپنی ضروریات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں) کا وعظ کرتا ہو وہ عین تنگی اور عسرت کے زمانہ میں جب لوگوں کو جہاد کے لیے سواریاں میسر نہیں تھیں ایسے میں وہ عام مسلمانوں کی ساری ضروریات اور اشاعت دین کے تمام تقاضوں سے صرف نظر کر کے اتنی بڑی جاگیر اپنی بیٹی کو ہبہ کر دے!

آخر دورِ رسالت تک مسلمانوں کی تنگی اور عسرت پر کتب شیعہ سے شواہد

جس زمانہ میں فدک پر قبضہ ہوا ہے اس زمانہ میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ سات ہجری میں فدک ملا اور دس ہجری میں حجۃ الوداع ہوا اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج سے واپس آئے تو اس وقت بھی آپ کے پاس غیر ملکی وفود کی ضیافت کے لیے کچھ نہ تھا۔ شیخ کلینی روایت کرتے ہیں:

فلما رجع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من حجۃ الوداع ..... (الی قولہ) فلما قدم المدینۃ اتتہ الانصار فقالوا یا رسول اللہ ان اللہ جل ذکرہ قد احسن الینا و شرفنا بک و بنزولک بین ظہرانینا فقد فرح اللہ صدیقنا و کبت عدونا وقد یاتیک وفود، فلا تجد ما تعطیہم فیشمت بک العدو فنحب ان تاخذ ثلث اموالنا حتی اذا قدم علیک وفد مکۃ وجدت ما تعطیہم، فلم یرد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شیئا وکان ینتظر ما یاتیہ من ربہ فنزل جبرئیل علیہ السلام، لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی ولم یقبل اموالہم[1]

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے اور مدینہ پہنچے تو آپ کے پاس انصار آئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم میں مبعوث فرما کر ہم پر بڑا احسان کیا ہے اور آپ کی تشریف آوری سے ہم کو منور فرمایا۔ آپ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمارے دوستوں کو خوش کیا اور ہمارے دشمنوں کو ذلیل کیا، آپ کے پاس باہر سے وفود آتے ہیں اور آپ کے پاس اتنا بھی نہیں ہوتا کہ آپ ان کو کچھ عطا فرمادیں، اس سے آپ کے دشمن ہنستے ہیں، اس لیے ہم یہ چاہتے ہیں کہ آپ ہمارا ایک تہائی مال قبول فرمالیں تاکہ جب آپ کے پاس مکہ سے وفود آئیں تو آپ ان پر خرچ کر سکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی جواب نہیں دیا، اور اپنے رب کی وحی کا انتظار کرتے رہے، پھر جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر نازل ہوئے لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربی۔ اور آپ نے ان کے مال کو قبول نہیں فرمایا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ عہد رسالت میں اخیر زمانہ تک عسرت اور تنگی کا دور دورہ تھا حتیٰ کہ آپ کے پاس

[1] شیخ ابو جعفر محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ، الاصول من الکافی ج ا ص ۲۹۵، مطبوعہ دار الکتاب الاسلامیہ تہران ۱۳۶۵ھ

مہمانوں اور وفود کی خاطر مدارات کے لیے بھی کچھ نہ تھا، پھر کیسے باور کیا جا سکتا ہے کہ ایسی تنگی اور عسرت کے دور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ستر ہزار دینار سالانہ آمدنی کی جاگیر اپنی بیٹی کو بخش دی ہو اور تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی ضروریات کا کچھ خیال نہ کیا ہو۔

حضرت فاطمہ کا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ نہ دینا فدک کو ہبہ کرنے کے خلاف ہے

۷ ہجری میں فدک حاصل ہوا اور ۹ ہجری میں غزوہ تبوک ہوا، اس غزوہ میں مسلمان بہت تنگی اور عسرت میں مبتلا تھے۔ حتیٰ کہ جہاد میں شامل ہونے کے لیے مسلمانوں کے پاس سواریاں بھی نہ تھیں، اس موقع پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو جہاد میں مالی امداد فراہم کرنے پر برانگیختہ کیا اور صحابہ کرام نے بڑی فراخدلی سے اس جہاد میں مالی صدقات دیے، اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ۷ ہجری میں حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا تھا تو چاہیے تھا کہ دیگر صحابہ کی طرح حضرت فاطمہ بھی غزوہ تبوک میں بیش بہا امداد کرتیں جب حضرت فاطمہ علیٰ دنیاوی سے چاندی کے دو کڑے اور ایک پردہ بھی اپنے پاس نہیں رکھتیں تو اس موقع پر تو وہ ستر ہزار دینار سالانہ کی مالک تھیں چاہیے یہ تھا کہ وہ غزوہ تبوک کی امداد کے لیے ہزاروں دینار صدقہ کرتیں لیکن افسوس کہ تاریخ شیعہ میں بھی اس موقع پر حضرات صحابہ کرام کے صدقہ و خیرات کا تو بکثرت ذکر ہے لیکن حضرت فاطمہ اور حضرت علی کی طرف سے غزوہ تبوک میں ایک دینار تک کے صدقہ کا ذکر نہیں ہے، اس سے معلوم ہوا کہ فدک کو ہبہ کرنے کا دعویٰ محض افسانہ اور داستان سرائی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے ورنہ یہ ممکن نہ تھا کہ حضرت فاطمہ اتنی بڑی جاگیر کی مالک ہونے کے باوجود غزوہ تبوک کی مالی مہم میں کوئی حصہ نہ لیتیں۔

اب ہم شیعہ مؤرخین کے حوالوں سے پہلے غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی تنگی اور عسرت کا ذکر کریں گے اور پھر یہ بیان کریں گے کہ غزوہ تبوک میں درپیش مالی مہم میں حصہ لینے والے کون کون مسلمان تھے!

شیخ احمد بن ابی یعقوب لکھتے ہیں:

غزوہ تبوک میں رسول خدا ایک بہت بڑی جماعت کے ساتھ تبوک شام کی طرف روانہ ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبیلوں کی طرف ان کے سرداروں کو روانہ کیا تھا تاکہ وہ لوگوں کو جہاد کی رغبت دلائیں اور مالداروں کو آپ نے مالی صدقات دینے کی ترغیب دی، انھوں نے بہت صدقات دیے اور نادارں کو تونگر کر دیا، اور آپ نے فرمایا افضل الصدقۃ جھد المقل۔ "بہترین صدقہ وہ ہے جس کو نادار مشکلات کے باوجود دیتا ہے" کئی مسلمان آپ کے پاس آکر رونے لگے اور یہ مطالبہ کیا کہ آپ ان کو جہاد کے لیے سواریاں دیں، ان میں عمرو بن عوف، سالم بن عمیر، عمرو بن حمام، عبدالرحمن بن کعب اور صخر بن سلیمان وغیرہ تھے آپ نے فرمایا لا اجد ما احملکم علیہ "تمھیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس سواریاں نہیں ہیں"[1]

ایک اور شیعہ مؤرخ غزوہ تبوک کے بیان میں لکھتے ہیں:

[1] شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۶۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۱ ص ۴۳۰-۴۲۹، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

جب پیغمبر نے جہاد کی تیاری پر برانگیختہ کیا تو مدینہ کے مسلمانوں میں جوش اور جذبہ پیدا ہوا، (حضرت) عثمان بن عفان نے اس وقت دو سو اونٹ اور دو سو اوقیہ (آٹھ ہزار درہم) چاندی شام کی تجارت کے لیے رکھی تھی، انھوں نے وہ تمام مال لا کر رسول اللہ کے سامنے اس لشکر کی تیاری کے لیے رکھ دیا، رسول اللہ نے فرمایا: لایضر عثمان ما عمل بعد هذا۔ "اس عمل کے بعد عثمان کو کسی عمل سے ضرر نہیں ہوگا" اور ایک روایت میں ہے کہ تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار مثقال سونے کے دینار پیش کیے، پیغمبر (علیہ السلام) نے فرمایا: اللھم ارض عن عثمان فانی عنہ راض "اے اللہ! عثمان سے راضی ہو جا کیونکہ میں بھی اس سے راضی ہوں" اور ایک روایت میں ہے کہ لشکر تبوک میں تیس ہزار افراد تھے جن میں سے بیس ہزار افراد کو حضرت عثمان نے جہاد کا سامان فراہم کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: من جهز جيش العسرة فله الجنة فجهزها عثمان۔ "جس نے تنگ دست لشکر کو ساز و سامان دیا اس کے لیے جنت ہے" پس (حضرت) عثمان نے اس لشکر کو ساز و سامان دیا۔

(حضرت) عمر بن الخطاب کہتے تھے کہ میرے دل میں یہ خیال تھا کہ میں آج ابوبکر پر سبقت لے جاؤں گا اور اپنے تمام مال و متاع کا نصف رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس لے گئے، اس وقت (حضرت) ابوبکر آئے اور اپنا سارا مال و متاع لا کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لیے کیا رکھا ہے کہا ادخرت الله و رسوله "میں نے ان کے لیے اللہ اور اس کے رسول کو رکھا ہے"، عمر نے کہا: "اے ابوبکر! جس جگہ تم ہو گے وہاں میں تم پر سبقت نہیں کر سکتا"۔

(حضرت) عبدالرحمن بن عوف نے چالیس اوقیہ سونا پیش کیا، اور ایک روایت میں ہے چار ہزار درہم پیش کیے کہنے لگے میرے پاس آٹھ ہزار درہم تھے نصف خدا کی راہ میں دے دیے اور نصف اپنے اہل خانہ کے لیے رکھ لیے، خلاصہ یہ ہے عباس بن مطلب، طلحہ بن عبید اللہ، سعد بن عبادہ، محمد بن مسلمہ ان میں سے ہر ایک نے ایک متاع پیش کی، عاصم بن عدی انصاری نے لشکر کی تیاری کے لیے ایک سو وسق (چوبیس ہزار کلو) کھجوریں پیش کیں، ابو عقیل انصاری ایک صاع (چار کلو) یا نصف صاع (۲ کلو) کھجوریں لے کر آئے اور کہا: مجھے دو صاع اجرت ملی تھی آدھی اپنے اہل و عیال کے لیے رکھ لی اور آدھی لے کر حاضر ہوا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کھجوروں کو باقی کھجوروں کے اوپر رکھ دیا، منافقوں نے اس صدقہ کے کم ہونے کی وجہ سے اس کی مذمت کی اور کہا یہ صدقہ اس لیے لایا ہے تاکہ صدقات کے مال سے کوئی چیز لے اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

الذين يلمزون المطوعين من المؤمنين في الصدقات والذين لا يجدون الا جهدهم فيسخرون منهم سخر الله منهم ولهم عذاب اليم۔

(توبہ: ۷۹)

"جو لوگ برضا و رغبت صدقات دینے والے مسلمانوں کے صدقات میں عیب نکالتے ہیں اور ان لوگوں کے صدقات میں عیب نکالتے ہیں جن کے پاس صرف ان کی مزدوری کی اجرت ہوتی ہے، اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں ان کے مذاق اڑانے کی سزا دے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

بہت سی مسلمان عورتوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے زیورات بھیجے تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی قیمت کو لشکر کی ضروریات میں صرف کریں، اس وقت سالم بن عمیر، علبہ بن زید حارثی، ابولیلی عبدالرحمن بن کعب، عمرو بن عتبہ اسلمی، سلمہ بن صخر، عرباض بن ساریہ اسلمی، عبداللہ بن مغفل، مہدی بن عبدالرحمن، عمرو بن الحمام بن الجموح، اور صخر بن خنساء نے کہا، یارسول اللہ! ہمارے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جا سکیں، آپ ہمیں سواریاں دیں تاکہ ہم آپ کے ساتھ جہاد کے لیے جا سکیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے پاس تمہیں سوار کرنے کے لیے سواریاں نہیں ہیں وہ لوگ واپس چلے گئے درآں حالیکہ جہاد پر نہ جا سکنے کی وجہ سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، اس موقع پر یہ آیت نازل ہوئی:

ولا على الذين اذا ما اتوك لتحملهم قلت لا اجد ما احملكم عليه تولوا و اعينهم تفيض من الدمع حزنا الا يجدوا ما ينفقون۔

(توبہ، ۹۲)

ان لوگوں پر کوئی حرج نہیں ہے جو آپ کے پاس سواری (لینے) کے لیے حاضر ہوئے اور آپ نے فرمایا: تمہیں سوار کرنے کے لیے میرے پاس کوئی چیز نہیں ہے تو وہ لوگ واپس لوٹ گئے درآں حالیکہ اس غم کے سبب سے ان کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے کہ ان کے پاس خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ابن یامین بن عمرو بن کعب نے ابولیلی اور ابومغفل کو ایک اونٹ دیا کہ اس پر باری باری بیٹھیں اور عباس بن عبدالمطلب نے دو شخصوں کو اور عثمان بن عفان نے تین شخصوں کو زاد اور حلہ دیا، اور ان لوگوں میں سے علبہ بن زید وہ شخص ہیں کہ جب لوگ مختلف صدقات لا رہے تھے تو انھوں نے عرض کو بطور صدقہ پیش کیا اور کہا یارسول اللہ! لوگ صدقات لا رہے ہیں میرے پاس دینے کے لیے کوئی چیز نہیں ہے میں اپنے آپ کو تصدق کرتا ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے تمہارے صدقہ کو قبول کر لیا۔ ابوموسیٰ اشعری کہتے ہیں کہ میں اشعریین کی ایک جماعت کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جہاد کے لیے سواریاں مانگنے گیا آپ نے فرمایا بخدا! میں تم کو سوار نہیں کروں گا ہم غمگین ہو کر واپس لوٹے، بعد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلایا اور ہم میں سے چھ افراد کو سواریاں دیں، الغرض تیس ہزار افراد پر مشتمل لشکر تبوک روانہ ہوا جس میں ایک ہزار سوار تھے اور باقی پیادہ تھے۔ [1]

شیعہ مورخ میرزا محمد تقی نے غزوہ تبوک میں صدقات دینے والوں کا تفصیلی بیان کیا ہے اور ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان تمام صحابہ کرام کے نام ذکر کیے ہیں جنھوں نے غزوہ تبوک میں صدقات دیے حتیٰ کہ جس نے دو کھجوریں دیں ان کا نام بھی ذکر کیا ہے، اگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غزوہ تبوک میں کوئی صدقہ دیتیں اور اس جہاد میں مسلمانوں کی مدد کرتیں تو وہ اس کا بڑے طمطراق سے ذکر کرتے، لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ کسی شیعہ مورخ نے غزوہ تبوک میں حضرت فاطمہ کی طرف سے مال صدقہ کا ذکر نہیں کیا اور حضرت فاطمہ ایسی عابدہ، زاہدہ اور راہِ خدا میں فیاضی سے خرچ کرنے والی خاتون جنت سے یہ کسی طور متصور نہیں ہے کہ ان کے قبضہ اور تصرف میں دو سال سے فدک کی اتنی بڑی جاگیر ہو جس کی آمدنی

[1] مورخ شہیر میرزا محمد تقی متوفی ۱۲۹۷ھ، ناسخ التواریخ ج ۲ ص ۱۸۰۔۱۸۲، مطبوعہ کتاب فروشی اسلامیہ ایران، طبع دوم، ۱۳۶۳ھ

بقول شیعہ علماء چوبیس یا ستر ہزار دینار سالانہ ہو اور وہ ایسی تنگی اور عسرت کے وقت میں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جہاد میں مالی مدد کی بار بار اپیل کر رہے ہوں اور اس تنگ دست لشکر کے تیار کرنے والے کو جنت کی نوید سُنا رہے ہوں، وہ اس لشکر کی مدد کے لیے ایک پائی بھی نہ دیں۔ یقیناً سیدتنا حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کا دامن اس تہمت سے پاک ہے اور فدک کو ہبہ کرنے کا دعویٰ محض داستان سرائی اور افسانہ ہے اور اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے، ورنہ حضرت سیدہ فاطمہ پر ایک بڑی مکروہ تہمت لازم آئے گی جو خاتون مال دنیا میں سے چاندی کے دو کڑے اور ایک پردہ کا کپڑا بھی اپنے پاس رکھنے کی روادار نہیں ہیں اور اس کو ضرورت مندوں میں تقسیم کے لیے دے دیتی ہیں ان سے یہ کب متصور ہے کہ وہ اس آزمائش کے وقت میں جب ہر شخص پر کچھ نہ کچھ صدقہ دینے کی دھن سوار تھی اگر کسی کے پاس کو یا دو کو کھجوریں تھیں تو وہ حاضر کر رہے کر چلا آرہا تھا اور جس کے پاس کچھ نہ تھا وہ خود اپنے آپ کو صدقہ کر رہا تھا صدقات و خیرات کا ایک سیل رواں تھا، ایک طوفان تھا جو امڈا چلا آرہا تھا اور ایسے میں حضرت فاطمہ کے پاس مفت میں ملی ہوئی اتنی بڑی جاگیر ہو اور وہ اس میں سے راہ خدا میں ایک حبہ بھی نہ دیں، وہ کریمہ بنت کریم ہیں بخدا یہ ان سے متصور نہیں ہے اور یہ کہنا کہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدک ہبہ کر دیا تھا اور اس کو ان کے قبضہ اور تصرف میں دے دیا تھا اور انہوں نے فدک پر اپنا ایک وکیل مقرر کر دیا تھا محض ایک جھوٹ ہے، دروغ بے فروغ ہے اور حضرت سیدہ فاطمہ کی پاکیزہ سیرت پر ایک بدنما اور ناروا تہمت ہے!

اہل سنت کی کتابوں سے حضرت فاطمہ کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ کا استدلال

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو فدک کے ہبہ کرنے پر علماء شیعہ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ اہل سنت کی کتابوں میں بھی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت ہے کہ جب "وآت ذا القربی حقہ" (اسراء: ۱۷/ ۲۶) نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو فدک دے دیا۔

یہ روایت حافظ نور الدین الہیثمی نے طبرانی کے حوالے سے ذکر کی ہے:

عن ابی سعید قال لما نزلت (وآت ذا القربی حقہ) دعا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ فاعطاھا فدک۔ رواہ الطبرانی وفیہ عطیۃ العوفی وھو ضعیف متروک۔[1]

ابو سعید بیان کرتے ہیں کہ جب وآت ذا القربی حقہ نازل ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور ان کو فدک عطا فرمایا۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کی سند میں عطیہ عوفی ضعیف اور متروک ہے۔

[1] حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۷، ص ۴۹، مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۲ھ

اس حدیث کو علامہ سیوطی[1] نے اور حافظ الہیثمی نے امام بزار کی سند سے بھی روایت کیا ہے۔[2]
یہ حدیث کنز العمال اور مدارج النبوۃ میں بھی مذکور ہے۔

علماء شیعہ کے استدلال کا جواب شاہ عبد العزیز سے

شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ان روایات سے استدلال کے جواب میں لکھتے ہیں:

شیعہ علماء کا ایک مکر یہ بھی ہے کہ تفاسیر اور سِیَر میں اہل سنت کی جو کتابیں قلیل الاستعمال ہیں اور چنداں شہرت نہیں رکھتیں اور نہ زیادہ دستیاب ہوتی ہیں ان میں وہ ایسی جھوٹی باتیں ملا دیتے ہیں جن سے شیعہ مذہب کا ثبوت ہو اور سُنّی مذہب کا بطلان، سو چنانچہ فدک کے ہبہ کا قصہ بعض تفاسیر میں شامل کر دیا ہے اور اس طرح بیان کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی "وآت ذا القربی حقہ" - تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فدک دے دیا لیکن جھوٹے کا حافظہ کہاں ہوتا ہے ان کو یہ یاد نہ رہا کہ یہ آیت مکی ہے اور مکہ میں فدک کہاں؟ پھر یہ بھی چاہیے تھا کہ آپ مساکین اور ابن سبیل کو بھی کچھ وقف فرماتے تاکہ تمام آیت پر عمل ہوتا اس کے علاوہ اعطاھا فدک سے ہبہ و تملیک ثابت نہیں ہوتی اس کی بجائے وھبہا کا لفظ ہونا چاہیے تھا۔[3]

فدک کو ہبہ کیے جانے کے بارے میں روایت کردہ حدیث کی فنی حیثیت

اس حدیث کو حافظ الہیثمی نے امام بزار کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے ہم اس حدیث کو اس کی پوری سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں اس کے بعد ہر راوی کی فنی حیثیت پر اسماء رجال کی مستند کتابوں سے بحث کریں گے، حافظ الہیثمی لکھتے ہیں:

حدثنا عباد بن یعقوب ثنا ابو یحیی تیمی ثنا فضیل بن مرزوق عن عطیۃ عن ابی سعید قال: لما نزلت ھذہ الأیۃ (وآت ذا القربی حقہ) دعا رسول اللہ فاطمۃ فاعطاھا فدک۔[4]

امام بزار عباد بن یعقوب سے وہ ابو یحییٰ تیمی سے وہ فضیل بن مرزوق سے، وہ عطیہ سے وہ ابو سعید سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی: (وآت ذا القربی حقہ) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلایا اور فدک عطا کر دیا۔

اس حدیث کے تمام راوی شیعہ ہیں آخری راوی جن کو ابو سعید لکھا ہے یہ محمد بن سائب کلبی ہے اس شخص نے دجل کے لیے کئی کنیتیں اختیار کی تھیں ان میں سے ایک ابو سعید ہے، شیعہ علماء نے یہ ظاہر کیا ہے کہ یہ مشہور صحابی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ہیں، چنانچہ تفسیر مجمع البیان اور دیگر کتب شیعہ میں لکھا ہے کہ ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ

---

[1]۔ علامہ جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ، در منثور ج ۴ ص ۱۷۷، مطبوعہ مطبعہ میمنہ مصر ۱۳۱۴ھ

[2]۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر ہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

[3]۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی متوفی ۱۲۳۹ھ، تحفہ اثنا عشریہ ص ۶۷-۶۶، مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

[4]۔ حافظ نور الدین الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ، کشف الاستار ج ۳ ص ۵۵، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت، ۱۴۰۴ھ

[5]۔ اصل کتاب میں فاعطاک ہے لیکن یہ طباعت کی غلطی ہے ہم نے صحیح لفظ لکھا ہے۔ سعیدی غفرلہ

جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو بلا کر فدک عطا کر دیا، حالانکہ یہ روایت ابوسعید کلبی کی ہے ابوسعید خدری کی نہیں ہے کیونکہ عطیہ کی حضرت ابوسعید خدری سے کوئی روایت نہیں ہے، اس کی روایت صرف ابوسعید کلبی سے ہے، یہ اس سند کے مردود ہونے کا ایک اجمالی بیان ہے اب ہم تفصیل سے ہر ایک راوی پر مفصل گفتگو کرتے ہیں، فاقول باللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

عباد بن یعقوب

اس حدیث کی سند کا پہلا راوی ہے عباد بن یعقوب، شیخ عبد الوہاب اس کے متعلق لکھتے ہیں:

عباد بن یعقوب رواجنی متروک ہے، شیخ سیوطی نے کہا ہے کہ یہ کبار روافض میں سے ہے، اور منکر روایت کو بیان کرتا ہے۔ [1]

حافظ ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں:

عباد بن یعقوب اسدی رواجنی کوفی، انتہائی غالی شیعہ تھا اور اہل بدعت کا سرغنہ تھا، عبدان اہوزی نے ثقات سے روایت کیا ہے کہ عباد بن یعقوب سلف کو گالیاں دیتا تھا اور صالح جزرہ نے بیان کیا ہے کہ عباد بن یعقوب حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا اور یہ کہتا تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے جنہوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جنگ کی۔ ابونعیم نے حافظ محمد بن جریر سے روایت کیا ہے کہ میں نے اس کو یہ کہتے ہوئے سنا جو شخص ہر روز نماز میں اعداء آل محمد سے تبری نہ کرے اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا ابن حبان نے کہا یہ شخص ۲۵۰ھ میں فوت ہو گیا، یہ رفض کی دعوت دیتا تھا اس کے باوجود مشاہیر سے منکر احادیث روایت کرتا تھا یہ راوی ترک کیے جانے کا مستحق ہے۔ [2]

حافظ ابن حجر عسقلانی عباد بن یعقوب کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ شخص سلف کو گالیاں دیتا تھا اور اس میں تشیع تھا، ابن عدی نے کہا عباد غالی شیعہ تھا اس نے فضائل اور مثالب میں منکر روایات بیان کی ہیں، صالح بن محمد نے کہا یہ حضرت عثمان کو گالیاں دیتا تھا اور کہتا تھا کہ اللہ اس سے کہیں عادل ہے کہ وہ طلحہ اور زبیر کو جنت میں داخل کرے، حالانکہ انہوں نے حضرت علی سے بیعت کرنے کے بعد ان سے جنگ کی۔

قاسم بن زکریا بیان کرتے ہیں کہ میں نے کوفہ کے مشائخ سے احادیث سنیں پھر میں عباد بن یعقوب کے پاس گیا درآں حالیکہ وہ اپنے شاگردوں سے امتحان لے رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اللہ نے، اس نے کہا ٹھیک ہے لیکن اس کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا آپ بتائیں اس نے کہا حضرت علی نے، اس نے پھر پوچھا سمندر کو کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا اللہ ہی دریاؤں کو جاری کرنے والا ہے، اس نے کہا یہ ٹھیک ہے لیکن کس نے جاری کیا؟ میں نے کہا آپ بتائیں، اس نے کہا حضرت حسین نے سمندر کو جاری کیا۔ اس کے گھر میں ایک تلوار لٹکی ہوئی تھی میں نے پوچھا یہ تلوار کس لیے ہے؟ اس نے کہا میں نے یہ تلوار مہدی کے ساتھ جہاد کے لیے تیار

---

[1] شیخ عبد الوہاب بن مولوی محمد غوث مدراسی، کشف الاحوال فی نقد الرجال ص ۷۰، مطبوعہ مطبع علوی، ۱۳۰۲ھ

[2] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۵، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

کی ہے، جب میں واپس جانے لگا تو اس نے مجھ سے پھر پوچھا کہ سمندر کو کس نے کھودا؟ میں نے کہا اس کو حضرت معاویہ نے کھودا اور حضرت عمرو بن العاص نے جاری کیا وہ اچھل پڑا اور چیخ چیخ کر کہنے لگا اس فاسق اور اللہ کے دشمن کو پکڑو اور قتل کر دو، خطیب نے ذکر کیا ہے کہ ابن خزیمہ نے اس سے آخر میں روایت لینے کو ترک کر دیا تھا، ابن حبان نے کہا کہ یہ رافضی تھا رفض کی دعوت دیتا تھا اور منکر احادیث کی روایت کرتا تھا۔ اس نے حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف منسوب کر کے یہ مرفوعاً روایت کیا ہے کہ جب تم معاویہ کو میرے منبر پر دیکھو تو قتل کر دو۔ [۱]

ابو یحییٰ تیمی

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ان کا نام اسماعیل بن ابراہیم الاحول ابو یحییٰ تیمی کوفی ہے۔ ابوحاتم نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہیں، ابن نمیر نے کہا یہ بہت ضعیف ہیں، امام بخاری نے کہا اس کو ابن نمیر نے بہت ضعیف قرار دیا۔ امام ترمذی نے کہا یہ حدیث میں ضعیف ہے، نسائی نے کہا ضعیف ہے۔ ابن مدینی، مسلم اور دار قطنی نے کہا ضعیف ہے، ابن حبان نے کہا یہ خطا کرتا تھا اور اس کی منفرد حدیث لائق استدلال نہیں، حاکم نے کہا یہ قوی نہیں ہے اور ابو داؤد نے کہا یہ شیعی ہے۔ [۲]

فضیل بن مرزوق

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: فضیل بن مرزوق کوفی ہے، نسائی نے کہا یہ ضعیف ہے اسی طرح عثمان بن سعید نے اس کو ضعیف قرار دیا اور میں (یعنی حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ یہ تشیع میں مشہور تھا، ابن حبان نے کہا یہ سخت منکر الحدیث تھا اور ثقات کی روایات بیان کرنے میں خطا کرتا تھا اور عطیہ سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا، میں (حافظ ذہبی) کہتا ہوں کہ عطیہ اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے، ابن معین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے۔ [۳]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں فضیل بن مرزوق رقاشی کوفی، اس کی کنیت ابو عبد الرحمان ہے یہ بنی عنزہ کا مولیٰ تھا، ابن معین سے روایت ہے کہ یہ حدیث کی صلاحیت رکھتا تھا مگر اس میں بہت شدید تشیع تھا۔ ابن حبان نے کہا یہ ثقات سے روایت کرنے میں خطا کرتا تھا اور عطیہ سے احادیث روایت کرتا تھا [۴] (یہ حدیث بھی اس نے عطیہ سے روایت کی ہے۔)

عطیہ

حافظ ذہبی لکھتے ہیں: اس کا نام عطیہ بن سعد عوفی کوفی تھا یہ مشہور تابعی تھا، حضرت ابن عباس، ابو سعید اور حضرت ابن عمر سے احادیث روایت کرتا تھا، سالم مرادی نے کہا عطیہ مرادی تشیع کرتا تھا، امام احمد نے کہا یہ حدیث میں ضعیف ہے، امام احمد کہتے ہیں کہ یہ (ابو سعید) کلبی کے پاس جاتا اور اس سے تفسیر کی روایات لے کر ان کو ابو سعید کی روایت سے لکھ لیتا اور کہتا کہ مجھ کو یہ حدیث ابو سعید نے بیان کی ہے اور سننے والوں کو یہ وہم ڈالتا کہ یہ حضرت ابو سعید خدری کی روایت ہے۔ امام نسائی نے کہا محدثین کی ایک جماعت نے اس کو ضعیف

۱۔ حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۵ ص ۱۰۹-۱۱۰، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

۲۔ " " " " " ، تہذیب التہذیب ج ۱ ص ۲۸۱

۳۔ حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۶۲، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

۴۔ حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۸ ص ۲۹۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

قرار دیا ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: یہ عطیہ بن سعد عوفی جدلی قیسی کوفی ہے، اس کی کنیت ابوالحسن ہے، امام احمد نے عطیہ عوفی کا ذکر کر کے فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے یہ کلبی کے پاس جاتا تھا اور اس سے تفسیر کے بارے میں پوچھتا تھا، اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ دی اور کہتا تھا کہ ابوسعید نے کہا ہے (زیر بحث حدیث کو عطیہ نے ابوسعید یعنی کلبی سے ہی روایت کیا ہے۔ سعیدی غفرلہ۔) ہیشم عطیہ کی حدیث کو ضعیف کہتے تھے، امام احمد کہتے تھے کہ میں نے ابواحمد زبیری سے سنا وہ کہتے تھے کہ کلبی نے کہا کہ عطیہ نے میری کنیت ابوسعید رکھ دی، ابن عدی نے کہا اس کا شمار کوفہ کے شیعوں میں ہوتا تھا، امام ابن حبان نے کہا کہ اس نے حضرت ابوسعید خدری سے کچھ احادیث سنی تھیں جب وہ فوت ہو گئے تو یہ کلبی کے پاس بیٹھنے لگا اور جب کلبی یہ کہتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح فرمایا ہے تو یہ اس کو یاد کر لیتا اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھ دی اور ابوسعید کے نام سے روایت کرتا تھا، جب اس سے پوچھا جاتا تم کو یہ حدیث کس نے بیان کی تو یہ کہتا کہ ابوسعید نے لوگوں کو یہ وہم ہوتا کہ اس کی مراد ابوسعید خدری ہے حالانکہ یہ کلبی کو مراد لیتا تھا، اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں ہے، اور ابوخالد نے بیان کیا کہ کلبی نے کہا عطیہ نے مجھ سے کہا میں نے تمہاری کنیت ابوسعید رکھ دی ہے میں کہتا ہوں حدثنا ابوسعید، امام ابوبکر بزار نے کہا اس کا شیعوں میں شمار ہوتا تھا، امام ساجی نے کہا یہ حجت نہیں ہے یہ حضرت علی کو تمام صحابہ پر مقدم رکھتا تھا۔ [2]

ابوسعید حافظ عبدالرحمن بن ابی حاتم رازی لکھتے ہیں:

اس کا نام محمد بن سائب کلبی ہے، سفیان ثوری نے کہا کلبی حضرت ابن عباس سے جو تفسیر کی روایات بیان کرتا ہے وہ جھوٹ ہے اس کو روایت نہ کرو، قرۃ بن خالد نے کہا کلبی جھوٹ بولتا ہے، مروان بن محمد نے کہا کلبی کی تفسیر باطل ہے۔ یحییٰ بن معین نے کہا کلبی کی کچھ حیثیت نہیں۔ [3]

حافظ ذہبی لکھتے ہیں:

محمد بن سائب کلبی ابوالنضر، یہ مفسر، نساب اور مورخ ہے، ابوصالح نے کہا یہ جو احادیث ابن عباس سے روایت کرتا ہے ان کو مت بیان کرو، سفیان کہتے ہیں کہ مجھ سے کلبی نے کہا جب میں ابوصالح سے حدیث روایت کروں تو وہ جھوٹ ہے، یزید بن زریع نے کہا کلبی سبائی تھا (یعنی عبداللہ بن سبا کی طرف منسوب تھا یہ شخص فرقہ شیعہ کا بانی تھا۔ سعیدی) ابن حبان نے کہا کلبی سبائی تھا اور اس کا عقیدہ تھا کہ حضرت علی فوت نہیں ہوئے وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے اور اس کو عدل سے بھر دیں گے، اور جب بادل دیکھتا تو کہتا اس میں امیر المومنین ہیں، ابوعوانہ کہتے ہیں کہ کلبی نے کہا کہ جبرائیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی لکھواتا تھا اور جب حضور بیت الخلاء چلے جاتے تو پھر حضرت علی

---

[1] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۵ھ، میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۸۱، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۷ ص ۲۲۶، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن، ۱۳۲۶ھ

[3] حافظ عبدالرحمن ابن ابی حاتم رازی متوفی ۳۲۷ھ، کتاب الجرح والتعدیل ج ۳ ص ۲۷۱، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت، ۱۲۷۱ھ

کو وحی لکھواتا تھا، امام احمد بن حنبل نے کہا کہ کلبی کی تفسیر کو دیکھنا جائز نہیں ہے، جوزجانی نے کہا کلبی کذاب ہے، امام دارقطنی اور ایک جماعت نے کہا یہ متروک ہے، امام ابن حبان نے کہا اس کا مذہب دین میں جھوٹ پھیلانا ہے، ابوصالح نے کہا اس کی کتابوں کو دیکھنا جائز نہیں ہے۔ [1]

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

محمد بن سائب بن بشر بن عمرو بن عبدالحارث بن عبدالعزیٰ کلبی ابوالنضر کوفی نسابہ مفسر؛ معتمر بن سلیمان نے کہا کوفہ میں دو کذاب تھے ان میں سے ایک کلبی ہے، الیث بن ابی سلیم نے کہا کوفہ میں دو کذاب ہیں ان میں سے ایک کلبی اور دوسرا سُدّی ہے، یحییٰ بن معین نے کہا اس کی کوئی حیثیت نہیں، ابوعوانہ کہتے ہیں میں نے کلبی سے ایسی روایات سنی ہیں جن کا کہنا کفر ہے، ابوجزء نے کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے، یزید بن زریع کہتے ہیں کہ میں نے کلبی سے سنا وہ کہتا تھا "میں سبائی ہوں" "میں سبائی ہوں" عقیلی نے کہا سبائی رافضیوں کا ایک فرقہ ہے جو عبداللہ بن سبا کا پیروکار ہے، ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا جب تک تم اس عقیدہ پر ہو ہمارے پاس نہ آنا اور یہ مرجئی تھا، ابوحاتم نے کہا اس کی احادیث کے ترک کرنے پر تمام لوگوں کا اجماع ہے، یہ شخص کوفہ میں ۱۴۶ھ میں فوت ہو گیا، ابوصالح نے کہا اس کی روایات سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے، ساجی نے کہا یہ متروک الحدیث ہے اور یہ چونکہ تشیع میں بہت افراط کرتا تھا اس لیے یہ بہت ضعیف ہے، حاکم ابوعبداللہ کہتے ہیں یہ ابوصالح سے موضوع احادیث روایت کرتا تھا۔ اور عطیہ کی سوانح میں یہ گذر چکا ہے کہ اس نے کلبی کی کنیت ابوسعید رکھی تھی اور اس کنیت کے ساتھ اس سے احادیث روایت کرتا تھا۔ [2]

اسماء رجال کی ان مستند کتابوں کی تصریحات سے ظاہر ہو گیا کہ اس حدیث کے پانچوں راوی کوفہ کے کٹر شیعہ اور رافضی تھے، اور جھوٹی اور موضوع روایات بیان کرنے اور گھڑنے میں مشہور تھے اس لیے یہ روایت جھوٹی اور موضوع ہے اور امام بزار، امام طبرانی، علامہ سیوطی، علامہ علی متقی اور ملا معین کاشفی نے اپنی کتابوں میں احادیث صحیحہ درج کرنے کا التزام نہیں کیا ہے، ان لوگوں کو جس قسم کی سند سے بھی حدیث مل جائے یہ اپنی کتابوں میں درج کر دیتے ہیں اور حدیث کے مقبول یا مردود ہونے کا معاملہ اس کی سند پر موقوف ہے اس لیے صرف بعض اہل سنت کی کتابوں میں اس روایت کے مندرج ہونے سے اس کا مقبول ہونا لازم نہیں آتا اور شاہ عبدالعزیز کا یہ کہنا بھی بعید نہیں ہے کہ شیعہ علماء نے ان کتابوں میں یہ حدیث درج کر دی ہے، نیز اس حدیث کو حضرت ابوسعید خدری کی طرف شیعہ علماء کا منسوب کرنا خالص تلبیس اور جھوٹ ہے، یہ شخص ابوسعید کلبی ہے، جیسا کہ میزان الاعتدال اور تہذیب التہذیب کے حوالوں سے واضح ہو چکا ہے۔

یہ اس روایت پر سند کے لحاظ سے بحث تھی، اور یہ روایت متن کے لحاظ سے اس لیے مردود ہے کہ حضرت فاطمہ کا میراث میں فدک مانگنا اس پر دلیل ہے کہ وہ آپ کو ہبہ نہیں کیا گیا تھا نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا

---

[1] حافظ شمس الدین ذہبی متوفی ۷۴۸ھ، میزان الاعتدال ج ۳ ص ۳۸۳ - ۳۸۱، مطبوعہ مطبع محمدی لکھنؤ، ۱۳۰۱ھ

[2] حافظ احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ، تہذیب التہذیب ج ۹ ص ۱۸۱ - ۱۷۹، مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن، ۱۳۲۶ھ

حضرت فاطمہ کے لیے مال دنیا کو پسند نہ فرمانا، اور فدک پر قبضہ کے بعد راہ خدا میں امداد کے موقع پر حضرت فاطمہ کا راہ خدا میں کسی چیز کو نہ دینا بھی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فدک نہیں دیا تھا جیسا کہ ہم شرح ہٰذا میں وضاحت سے بیان کر چکے ہیں۔

فدک کے تنازعہ پر حضرت فاطمہ کا حضرت ابوبکر سے ناراض ہونا حضرت ابوبکر کے حق میں کسی عتاب کا موجب نہیں

ملا باقر مجلسی اور دیگر علماء شیعہ نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مطالبہ میراث پر حضرت ابوبکر نے یہ حدیث سنائی کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "ہمارا وارث نہیں بنایا جاتا" تو حضرت فاطمہ ناراض ہو گئیں اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اس کے بعد آپ چھ ماہ زندہ رہیں اور تادم مرگ حضرت ابوبکر سے بات نہیں کی، اگر فی الواقع یہ حدیث ہوتی تو حضرت فاطمہ یہ حدیث سن کر حضرت ابوبکر سے ناراض نہ ہوتیں!

پیر محمد کرم شاہ الازہری نے اس اعتراض کے جواب میں لکھا ہے کہ یہ حدیث بخاری میں کئی جگہ ہے اور حضرت فاطمہ کے ناراض ہونے کا ذکر صرف عبد العزیز کی روایت میں ہے، نیز حضرت فاطمہ نے خود تو نہیں فرمایا کہ میں ابوبکر سے ناراض ہوں اور نہ ہی یہ حضرت عائشہ کا قول ہے بلکہ بعد کے راویوں میں سے کسی راوی نے یہ قیاس آرائی کی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس راوی نے حالات کا تجزیہ کرنے میں مغالطہ کھایا ہو۔[1] پیر صاحب کا یہ جواب صحیح نہیں ہے، یہ حدیث حضرت عائشہ کی روایت سے صحیح بخاری میں ایک جگہ نہیں دو جگہ پر دو مختلف سندوں کے ساتھ ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے ان کے علاوہ یہ حدیث دیگر کتب حدیث میں بھی ہے اور یہ کسی اور راوی کی قیاس آرائی نہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ہی قول ہے پہلے ہم ان روایات کے اقتباس ذکر کریں گے، جس سے ظاہر ہو جائے گا کہ پیر صاحب کا جواب صحیح نہیں ہے پھر اس کا صحیح جواب بیان کریں گے:

امام بخاری، عبد العزیز کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

فغضبت فاطمة بنت رسول الله صلى الله عليه وسلم فهجرت ابا بكر فلم تزل مهاجرته حتى توفيت۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت فاطمہ غضب ناک ہوئیں اور حضرت ابوبکر سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور تادم مرگ ان سے نہیں ملیں۔

امام بخاری یحییٰ بن بکیر کی سند کے ساتھ حضرت عائشہ سے روایت کرتے ہیں:

فوجدت فاطمة على ابى بكر فى ذلك فهجرته فلم تكلمه حتى

اس بات پر حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر سے ناراض ہوئیں، ان سے ملنا جلنا چھوڑ دیا اور تادم مرگ ان سے

[1] پیر محمد کرم شاہ الازہری، ماہنامہ ضیاء حرم ص ۳۵۸-۳۵۶ ملخصاً، (مئی، جون ۱۹۷۳ء)، فاروق اعظم نمبر، مطبوعہ لاہور

[2] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۵، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

توفیت ۔ لہ

بات نہیں کی۔

اس حدیث کو انہی الفاظ کے ساتھ امام مسلم نے محمد بن رافع کی سند سے بیان کیا ہے۔ ٢ہ

دراصل بات یہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اس حدیث کی وجہ سے ناراض نہیں ہوئیں، کیونکہ وہ اس حدیث سے پہلے ہی باخبر تھیں جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں، حضرت فاطمہ کا خیال یہ تھا کہ یہ حدیث عموم پر نہیں ہے اور فدک کی جاگیر اس کے عموم سے مستثنیٰ ہے، جبکہ حضرت ابوبکر کی رائے یہ تھی کہ حدیث اپنے عموم پر ہے، کیونکہ تخصیص پر کوئی قرینہ اور دلیل نہیں ہے۔ لہٰذا حضرت ابوبکر اور حضرت فاطمہ میں اس حدیث کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ ان کے درمیان رائے اور اجتہاد کا اختلاف تھا، حضرت ابوبکر کے نزدیک یہ حدیث اپنے عموم پر تھی جبکہ حضرت فاطمہ کے نزدیک اس حدیث سے فدک کی جاگیر مستثنیٰ تھی۔ اب رہا یہ سوال کہ کیا حضرت ابوبکر پر یہ لازم تھا کہ اجتہادی امور میں بھی حضرت فاطمہ کی موافقت کریں تو اس کا جواب واضح ہے کہ یہ ضروری نہیں ہے کیونکہ ایک مجتہد پر دوسرے مجتہد کی موافقت لازم نہیں ہے۔ دیکھئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان کے قصاص کے معاملہ میں حضرت عائشہ سے اختلاف کیا، نہ صرف اختلاف کیا بلکہ ان سے جنگ کی، حالانکہ جس طرح حضرت فاطمہ کو ناراض کرنا حضور کو ناراض کرنا ہے، اسی طرح حضرت عائشہ کو ایذا دینا بھی حضور کو دینا ہے کیونکہ امام بخاری نے روایت کیا ہے کہ جب بعض ازواج مطہرات نے حضرت ام سلمہ سے حضور کے پاس یہ سفارش کرائی کہ لوگ صرف حضرت عائشہ کی باری کے دن حضور کو ہدیے اور تحفے نہ بھیجیں بلکہ حضور جس زوجہ کے ہاں بھی ہوں ہدیے اور تحفے دیں اور حضرت عائشہ کی تخصیص نہ کریں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ سے فرمایا:

لا توذینی فی عائشۃ فان الوحی لم یاتنی وانا فی ثوب امراۃ الا عائشۃ ۔ ٣ہ

مجھے عائشہ کے سلسلہ میں اذیت مت دو کیونکہ کسی زوجہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل نہیں ہوتی، البتہ عائشہ کے بستر میں مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے۔

دیکھیے اگر لوگوں کو حضرت عائشہ کی تخصیص سے منع کر دیا جاتا تو حضرت عائشہ کو اذیت پہنچتی لیکن آپ نے فرمایا مجھے اذیت مت دو، اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ کو اذیت دینا حضور کو اذیت دینا ہے۔ اس کے باوجود حضرت علی نے وہی کیا جو ان کی رائے میں حق اور صواب تھا اور حضرت عائشہ کے اجتہاد کی موافقت نہیں کی حالانکہ جب حضرت علی نے حضرت عائشہ کی رائے کے خلاف فوری قصاص نہیں لیا بلکہ ان سے جنگ کی تو اس سے حضرت عائشہ کو اذیت پہنچی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک مجتہد دوسرے مجتہد سے اختلاف کر سکتا ہے اور اس سلسلہ میں اذیت کا اعتبار نہیں ہے، اور یہ حدیث جو بیان کی جاتی ہے:

عن المسور بن مخرمۃ ان رسول اللہ

حضرت مسور بن مخرمہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ

لہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

٢ہ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

٣ہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۵۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

صلی اللہ علیہ وسلم قال فاطمۃ بضعۃ منی فمن اغضبہا اغضبنی ۔[۱]

صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہ میرا جزو ہے جس نے اس کو غضب ناک کیا اس نے مجھ کو غضب ناک کیا۔

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں ہے کہ حضرت فاطمہ کو مطلقاً ناراض کرنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناراض کرنا ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے حضرت فاطمہ کو اذیت دینے اور ایذاء پہنچانے کے قصد سے کوئی کام کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت دی اور جس نے اپنی رائے اور اجتہاد سے کوئی جائز کام کیا اور بہ تقاضائے بشریت حضرت فاطمہ اس سے ناراض ہوئیں تو یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا موجب نہیں ہے کیونکہ بعض دفعہ اجتہاد اور رائے کے اختلاف سے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بھی ناراض ہوئیں۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں:

عن المسور بن مخرمۃ ان علی بن ابی طالب خطب بنت ابی جھل علی فاطمۃ فسمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس فی ذلک علی منبرہ ھذا وانا یومئذ لمحتلم فقال ان فاطمۃ منی وانا اتخوف ان تفتن فی دینھا ثم ذکر صھرا لہ من بنی عبد شمس فاثنی علیہ فی مصاھرتہ ایاہ قال حدثنی فصدقنی ووعدنی فوفی لی وانی لست احرم حلالا ولا احل حراما ولکن واللہ لا تجتمع بنت رسول اللہ و بنت عدو اللہ ابدا ۔[۲]

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ پر ابوجہل کی دختر کو نکاح کا پیغام دیا، میں اس وقت بالغ تھا، میں نے خود سنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس منبر پر فرمایا: فاطمہ مجھ سے ہے اور مجھے خدشہ ہے کہ وہ کسی دینی آزمائش میں پڑ جائے گی پھر آپ نے بنو عبد شمس سے اپنے داماد کا ذکر کیا (یعنی عاص بن ربیع شوہر زینب) اور بحیثیت داماد اس کی تعریف کی فرمایا کہ اس نے مجھ سے سچ کہا اور وعدہ پورا کیا، اللہ میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ حرام کو حلال کرتا ہوں لیکن بخدا رسول اللہ کی بیٹی اور دشمن خدا کی بیٹی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔

امام ابوداؤد نے بھی اس حدیث کو متعدد اسانید سے روایت کیا ہے ایک سند سے اس طرح روایت ہے:

عن المسور بن مخرمۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر یقول ان بنی ھشام بن المغیرۃ استاذنوا ان ینکحوا ابنتھم من علی بن ابی طالب فلا اذن ثم لا اذن ثم لا اذن الا ان یرید ابن ابی طالب ان یطلق ابنتی و ینکح ابنتھم فانما ابنتی

حضرت مسور بن مخرمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر فرمایا کہ ہشام بن مغیرہ کی اولاد نے مجھ سے اجازت طلب کی ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا علی بن ابیطالب سے نکاح کر دیں، سو میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، میں اس کی اجازت نہیں دیتا، ہاں اگر علی بن ابیطالب میری بیٹی

[۱] امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۵۳۲، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

[۲] " " " " ، صحیح بخاری ج ۱ ص ۴۳۸ " " "

بضعۃ منی یریبنی ما ارابہا ویؤذینی ما اذاہا۔ [1]

کو طلاق دے دیں تو پھر ان کی بیٹی سے نکاح کر سکتے ہیں کیونکہ میری بیٹی میرے جسم کا جزو ہے، جو چیز اس کو بے چین کرتی ہے وہ مجھے بے چین کرتی ہے اور جو چیز اس کو ایذاء دیتی ہے وہ مجھے ایذاء دیتی ہے۔

ان احادیث سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے حضرت فاطمہ کے اوپر دوسرا نکاح کرنے کا ارادہ کیا جس سے حضرت فاطمہ کو اذیت پہنچی لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے اس اقدام سے حضرت فاطمہ کو اذیت دینے کا ارادہ نہیں کیا تھا بلکہ اپنی رائے اور اجتہاد سے ایک شرعی اباحت اور گنجائش پر عمل کرنے کا ارادہ کیا تھا کیونکہ ایک مسلمان بشرط عدل بیک وقت چار عورتوں کو نکاح میں رکھ سکتا ہے۔ حضرت فاطمہ بہ تقاضائے بشریت اس پر ناراض ہوئیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کی دل جوئی کی خاطر ان کو اس ارادہ سے باز رکھا لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا کہ حضرت علی نے کوئی حرام اور ناجائز کام نہیں کیا تھا اس لیے فرمایا میں کسی حلال کو حرام نہیں کرتا اور نہ کسی حرام کو حلال کرتا ہوں، اس سے ملتا جلتا ایک واقعہ شیعہ علماء نے بھی ذکر کیا ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

کتاب علل الشرائع و بشارۃ المصطفیٰ و خوارزمی میں بسند ہائے معتبر ابوذر اور ابن عباس سے روایت کیا ہے: جب جعفر طیار مدینہ آئے ایک کنیز کو بطور تحفہ اپنے بھائی علی بن ابی طالب کے پاس بھیجا وہ کنیز جناب امیر کی خدمت کرتی تھی، ایک دن جناب فاطمہ گھر میں آئیں تو دیکھا کہ جناب امیر کا سر اس کے دامن میں ہے، جب یہ حالت ملاحظہ فرمائی تو متغیر ہو گئیں اور پوچھا: اس کنیز کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق قائم کیا ہے؟ جناب امیر نے فرمایا سوگند بخدا! اے دختر محمد! میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا، اب جو کچھ تم کو منظور ہو بیان کرو، میں بجا لاؤں۔ جناب سیدہ نے کہا مجھے میرے پدر بزرگوار کے گھر جانے کی اجازت دو، جناب امیر نے فرمایا، میں نے اجازت دے دی، پس جناب فاطمہ نے چادر سر پر اوڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ جبرائیل از خداوند جلیل نازل ہوئے اور کہا حق تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے اور ارشاد کرتا ہے، اس وقت فاطمہ تمہارے پاس علی کی شکایت کرنے آئی ہے تم حق علی میں فاطمہ کی کوئی شکایت قبول نہ کرنا، جب جناب فاطمہ داخل دولت سرائے پدر بزرگوار ہوئیں، حضرت رسول نے فرمایا: فاطمہ علی کی شکایت لے کر آئی ہو؟ فاطمہ نے کہا ہاں برب کعبہ، حضرت رسول نے فرمایا علی کے پاس پھر جاؤ، اور کہو میں تم سے راضی ہوں، پس جناب فاطمہ جناب امیر کے پاس آئیں اور تین مرتبہ فرمایا میں تم سے راضی ہوں، جس میں تمہاری رضا ہے، جناب امیر نے فرمایا: تم نے میری شکایت میرے دوست، میرے حبیب اور میرے یار رسول خدا سے کی۔ رسول خدا کے سامنے اس شرمندگی پر مجھے افسوس ہے۔ اے فاطمہ میں خدا کو گواہ کرتا ہوں اور اس کنیز کو محض برضائے حق تعالیٰ میں نے آزاد کیا۔ [2]

---

[1]۔ امام ابو داؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابو داؤد ج ۱، ص ۲۸۳، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ
[2]۔ ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ۱ ص ۲۱۳-۲۱۴، مطبوعہ شیعہ بک ایجنسی لاہور

اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ حضرت علی نے اپنی رائے اور اجتہاد سے ایک جائز کام کیا اور اپنی کنیز کو خدمت سے مشر
کیا، حضرت فاطمہ اس کام سے بہ تقاضائے بشریت ناراض ہوئیں لیکن ان کی یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراض
پر منتج نہیں ہوئی بلکہ اس کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا: علی کے پاس جاؤ اور کہو میں تم سے راضی
ہوں، اس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت فاطمہ کا مطلقاً ناراض ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا سبب نہی
ہے بلکہ یہ اس وقت ہے جب کوئی شخص قصداً اور عمداً حضرت فاطمہ کو ناراض کرنے کے لیے کوئی کام کرے
علیٰ ہذا القیاس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کے پیش نظر ایک جائز او
صحیح کام کیا بلکہ وہ کام کیا جس کا کرنا ان پر بحیثیت خلیفہ فرض تھا اور حضرت فاطمہ اس پر بہ تقاضائے بشریت ناراض ہوئیں تو ان کی یہ
ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کو ہرگز مستلزم نہیں ہے۔

اس بحث میں ملا باقر مجلسی نے ایک نہایت عجیب اعتراض کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ اہل سنت کی کتابوں میں لکھا ہے جس نے اپنے
زمانے کے امام کو نہ پہچانا وہ جاہلیت کی موت مرا (صحیح مسلم) اور حضرت فاطمہ تادم مرگ حضرت ابوبکر سے ناراض رہیں اور گویا ان کو
امام نہیں مانا، اب یا کہو کہ حضرت فاطمہ جاہلیت کی موت مریں (العیاذ باللہ) اور یا کہو کہ حضرت ابوبکر خلیفہ نہیں تھے [۱]

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابوبکر کو امیر اور خلیفہ مانتی تھیں تبھی تو ان کے پاس مطالبہ میراث سے
کر گئی تھیں، ناراض تو آپ حضرت علی سے بھی ہوئی تھیں لیکن کیا جس وقت آپ حضرت علی سے ناراض ہوئیں تو کیا
اس وقت آپ نے حضرت علی کو امیر نہیں مانا تھا؟ نیز ملا باقر مجلسی اور دیگر شیعہ علماء نے تصریح کی ہے کہ حضرت
علی مطالبہ میراث کے وقت بھی حضرت ابوبکر کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اور امام کا ماننا کیا ہوتا ہے؟

دراصل بات یہ ہے کہ بہ تقاضائے بشریت وقتی طور پر حضرت فاطمہ کو اختلاف رائے کی وجہ سے ملال ہوا
تھا، بعد میں آپ بیمار اور گوشہ نشین ہو گئیں اس سے راویوں نے سمجھ لیا کہ آپ نے حضرت ابوبکر سے ترک تعلق کر
لیا، حالانکہ سلام، کلام اور ملنا جلنا، آپ نے منقطع نہیں کیا تھا، امام بیہقی روایت کرتے ہیں:

عن الشعبی قال لما مرضت فاطمۃ رضی اللہ
تعالٰی عنہا اتاھا ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ
فاستاذن علیہا فقال علی رضی اللہ عنہ یا
فاطمۃ ھذا ابوبکر یستاذن علیک فقالت
تحب ان اذن لہ قال نعم فاذنت لہ فدخل
علیہا یترضاھا وقال واللہ ما ترکت الدار و
المال والاھل والعشیرۃ الا ابتغاء مرضاۃ
اللہ ومرضاۃ رسولہ ومرضاتکم
اھل البیت ثم ترضاھا حتی رضیت ھذا

شعبی بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ بیمار
ہوئیں تو حضرت ابوبکر نے ان سے ملنے کی اجازت طلب
کی، حضرت علی نے کہا اے فاطمہ! ابوبکر آپ سے ملنے
کی اجازت طلب کرتے ہیں، حضرت فاطمہ نے کہا کیا
آپ چاہتے ہیں کہ میں ان کو اجازت دوں؟ حضرت علی
نے کہا ہاں! حضرت فاطمہ نے اجازت دی، حضرت ابوبکر
نے آکر حضرت فاطمہ کو راضی کیا اور کہا بخدا میرے
ترکہ سے میرا مکان، میرا مال، میرے اہل اور میرے
رشتہ دار اور جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ کی رضا کے لیے

[۱] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، حق الیقین ص ۲۰۵-۲۰۴، مطبوعہ خیابان خرکت سامی، تہران، ۱۳۴۷ھ

موصل حسن باسناد صحیح۔ ؎۱

ہے، اللہ کے لیے رسول کی رضا کے لیے اور اہل بیت آپ کی رضا کے لیے ہے، پھر حضرت فاطمہ کو راضی کیا حتیٰ کہ وہ راضی ہو گئیں۔ یہ حدیث صحیح السند ہے۔

ہر چند کہ بعض احادیث اور علماء شیعہ کی روایات میں فدک کے معاملہ میں حضرت فاطمہ کی حضرت ابو بکر سے ناراضگی بیان کی گئی ہے لیکن یہ قطعی اور یقینی بات نہیں ہے کیونکہ علماء شیعہ کی بعض روایات سے یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت فاطمہ حضرت ابو بکر کے اس فیصلہ سے راضی ہو گئی تھیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی جو آخرت کی طرف توجہ اور دنیا سے بے رغبتی تھی اس کے مطابق بھی یہی روایات ہیں۔

شیخ کمال الدین البحرانی لکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کی گفتگو سننے کے بعد حضرت ابو بکر نے کہا:

اے تمام عورتوں سے بہتر! اے خیر الآباء کی دختر! بخدا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے سے سر مو تجاوز نہیں کیا، میں نے صرف آپ کے حکم پر عمل کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدک کی آمدنی سے اپنی خوراک لیتے تھے اور باقی آمدنی کو مستحقین میں تقسیم کر دیا کرتے تھے، اسی آمدنی سے جہاد کے لیے سواریاں مہیا کرتے تھے، اور میں اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر یہ کہتا ہوں کہ میں اس کی آمدنی کو اسی طرح خرچ کروں گا جس طرح اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خرچ کرتے تھے اس پر حضرت فاطمہ راضی ہو گئیں اور اس پر عمل پیرا ہونے کا پختہ وعدہ کر لیا۔ ؎۲

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت فاطمہ کا اس معاملہ میں حضرت ابو بکر سے ناراض ہونا اوّل تو قطعی اور یقینی نہیں ہے کیونکہ آپ کی رضامندی کے بارے میں روایات ہیں اور اگر بالفرض آپ ناراض بھی ہوئی ہوں تو یہ ناراضگی بہ تقاضائے بشریت ہے اور یہ ناراضگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ناراض ہونے کو مستلزم نہیں ہے جیسا کہ ہم نے حضرت علی کی مثال سے واضح کر دیا ہے جبکہ آپ بالآخر حضرت ابو بکر سے راضی ہو گئی تھیں جیسا کہ امام بیہقی نے روایت کیا ہے، و للہ الحمد علیٰ ذٰلک۔

کیا عمر بن عبد العزیز نے آل فاطمہ کو فدک واپس دے دیا تھا

بعض علماء شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ "عمر بن عبد العزیز نے فدک کی جاگیر آل فاطمہ کو واپس کر دی تھی، پس ثابت ہوا کہ اس کے بارے میں حضرت ابو بکر کا فیصلہ غلط تھا اور یہ حضرت فاطمہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میراث تھی۔" ایک شیعہ عالم نے مجھ پر یہ اعتراض کیا میں نے کہا حیرت ہے کہ تم علی پر عمر بن عبد العزیز کو ترجیح دیتے ہو! اگر فدک آل فاطمہ کا تھا تو حضرت علی نے اپنے پانچ سالہ دور خلافت میں حق داروں کو یہ حق کیوں نہیں دیا؟ حضرت فاطمہ کو فدک نہ دینے پر حضرت ابو بکر کو غاصب کہا جاتا ہے جبکہ حضرت علی نے بھی فدک پر خلفاء ثلاثہ کے عمل کو برقرار رکھا، یہ عجیب ناانصافی ہے، اگر حضرت علی کا طریق کار صحیح تھا تو خلفاء ثلاثہ کو غاصب کیوں کہا جاتا ہے!۔

؎۱۔ امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۱، مطبوعہ نشر السنۃ ملتان

؎۲۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی بن میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغہ ج ۵ ص ۱۰۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۴ھ

دوسرا جواب یہ ہے کہ عمر بن عبدالعزیز نے درحقیقت فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کی آمدنی کو اس کے مصارف سابقہ پر لوٹا دیا تھا کیونکہ مروانیوں نے فدک کو ذاتی جاگیر بنا لیا تھا، عمر بن عبدالعزیز نے مروانیوں سے فدک کو واپس لے کر اس کو اسی طریقہ پر لوٹا دیا جس طریقہ پر یہ خلفاء راشدین کے عہد میں تھا۔

امام ابوداؤد روایت کرتے ہیں :

عن المغیرۃ جمع عمر بن عبد العزیز بنی مروان حین استخلف فقال ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کانت لہ فدک فکان ینفق منها ویعود منها علی صغیر بنی ھاشم ویزوج منها ایمهم وان فاطمۃ سألتہ ان یجعلها لها فابی فکانت کذلک فی حیاۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی ابوبکر عمل بما عمل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حیاتہ حتی مضی لسبیلہ فلما ان ولی عمر عمل فیها بمثل ما عملا حتی مضی لسبیلہ ثم اقطعها مروان ثم صارت لعمر بن عبد العزیز قال عمر یعنی ابن عبد العزیز فرأیت امرا منعہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فاطمۃ لیس لی بحق وانی اشهدکم انی قد رددتہ علی ما کانت یعنی فی عهد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔[1]

مغیرہ کہتے ہیں کہ عمر بن عبدالعزیز نے خلیفہ بننے کے بعد بنو مروان کو جمع کیا اور یہ کہا کہ فدک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں تھا اور آپ اس کی آمدنی سے خرچ کرتے تھے اور بنو ہاشم کے کم سنوں پر خرچ کرتے تھے اور ان کی بیواؤں کی شادیاں کرتے تھے، اور حضرت فاطمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فدک کا سوال کیا کہ آپ انھیں فدک دے دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا انکار کیا، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں اسی پر عمل ہوتا رہا، حتیٰ کہ آپ کا وصال ہو گیا، پھر جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی اپنی زندگی میں اسی پر عمل کیا، حتیٰ کہ ان کی وفات ہو گئی پھر جب حضرت عمر خلیفہ ہوئے تو انھوں نے بھی حضور اور حضرت ابوبکر کی طرح عمل کیا حتیٰ کہ ان کا انتقال ہو گیا، پھر مروان نے فدک پر قبضہ کر لیا، پھر یہ عمر بن عبدالعزیز کے حصے میں آیا، عمر بن عبدالعزیز نے کہا میں نے یہ سوچا کہ جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ کو نہیں دیا اس پر میرا حق نہیں ہے اور میں تم لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ میں نے فدک کو اسی حال پر لوٹا دیا جس حال پر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تھا یعنی وقف کر دیا۔)

امام ابوداؤد کی اس روایت سے یہ واضح ہو گیا کہ عمر بن عبدالعزیز نے فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کو عہد رسالت کے مصارف پر لوٹا دیا تھا، باقی رہا یہ کہ حضرت علی نے بھی فدک آل فاطمہ کو واپس نہیں کیا تھا بلکہ اس کو خلفاء ثلاثہ کے دور کے دستور کے مطابق برقرار رکھا اس پر علماء شیعہ کی یہ تحریر دستاویزی حیثیت رکھتی ہے۔:

شیخ فقیر قزوینی لکھتے ہیں :

---

[1] امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی ۲۷۵ھ، سنن ابوداؤد ج ۲ ص ۵۹، مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور، ۱۴۰۵ھ

در طول تاریخ اول کسی کہ فدک را اہل بیت پیغمبر (ص) برگردانید عمر بن عبد العزیز بود، ہنگامیکہ بخلافت رسید اعلام کرد اے مردم من فدک را بفرزندان رسول اللہ (ص)، و فرزندان علی بن ابی طالب (ع) رد کردم و مادامی کہ عمر بن عبد العزیز خلیفہ بود فدک در دست آنہا بود، ابن ابی الحدید،
از ابابکر جوہری نقل میکند، ہنگامی کہ عمر بن عبد العزیز حکومت رسید اولین داد خواہی کہ انجام داد: حسن بن حسن بن علی (ع) را طلبید و بعضی گفتہ اند مولا زین العابدین (ع)، را طلبید و فدک را بآنحضرت رد کرد۔ ؎۱

طویل تاریخ میں اگر کسی شخص نے سب سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کے اہل بیت کو فدک واپس کیا تو وہ عمر بن عبد العزیز تھے، جس وقت ان کو خلافت ملی تو انھوں نے یہ اعلان کیا کہ اے لوگو! میں نے فرزندان رسول اور فرزندان علی بن ابی طالب کو فدک واپس کر دیا اور جب تک عمر بن عبد العزیز خلیفہ رہے، فدک ان کے (اہل بیت کے) پاس رہا، ابن ابی الحدید، ابو بکر جوہری سے نقل کرتے ہیں کہ جس وقت عمر بن عبد العزیز کو حکومت ملی تو انھوں نے سب سے پہلے یہ انصاف کیا کہ حسن بن حسن بن علی کو طلب کیا اور بعض روایات میں ہے کہ مولیٰ زین العابدین کو طلب کیا اور فدک ان کو واپس کر دیا۔

نیز شیخ کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی لکھتے ہیں:

وکان یاخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ثم فعلت الخلفاء بعده کذلک الی ان ولی معاویة فاقطع مروان ثلثها بعد الحسن علیه السلام ثم خلصت له فی خلافته وتداولها اولاده الی انتهت الی عمر بن عبد العزیز فردها فی خلافته علی اولاد فاطمة علیها السلام قالت الشیعة فکانت اول ظلامة ردها۔ ؎۲

حضرت ابو بکر فدک کی آمدنی وصول کرتے اور اس میں سے اہل بیت کو ان کی ضروریات کے مطابق دیتے، بعد میں خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا، حتیٰ کہ حضرت حسن کے بعد جب معاویہ کی حکومت آئی تو مروان نے تہائی فدک کو اپنی ملک میں لے لیا، اور جب مروان حکمران ہوا تو اس نے پورا فدک لے لیا اور پھر یہ اس کی اولاد میں منتقل ہوتا رہا حتیٰ کہ جب عمر بن عبد العزیز کی حکومت آئی تو اس نے فدک اولاد فاطمہ کو واپس کر دیا، علماء شیعہ کہتے ہیں کہ یہ پہلا شخص تھا جس نے اس حق کو واپس کیا۔

شیخ قزوینی اور شیخ میثم کی ان عبارات میں یہ تصریح ہے اور فدک کی اس طویل تاریخ میں سب سے پہلے عمر بن عبد العزیز نے اہل بیت کو فدک لوٹا دیا، اور اس سے یہ واضح ہو گیا کہ حضرت علی نے اپنے دورِ خلافت میں اہل بیت کو فدک واپس نہیں کیا تھا اور یہ اس پر قوی دلیل ہے کہ حضرت علی بن ابی طالب کے نزدیک فدک کی جاگیر حضرت فاطمہ کو ہبہ کی گئی تھی اور نہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے آپ کی میراث تھی، ورنہ حضرت علی بھی عمر بن عبد العزیز کی طرح فدک اولاد فاطمہ کو لوٹا دیتے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اپنے دورِ خلافت میں فدک کو خلفاء ثلاثہ کے طریقہ اور ان کے دور کے دستور پر قائم رکھنا اس بات

؎۱۔ شیخ فقیر سید محمد حسن قزوینی، فدک ص ۲۸۸، مطبوعہ کتاب خانہ در مدرسہ چہل ستون مسجد جامع طہران
؎۲۔ شیخ کمال الدین میثم بن علی میثم البحرانی متوفی ۶۷۹ھ، شرح نہج البلاغۃ ج ۵ ص ۱۰۷، مطبوعہ مؤسسۃ النصر ایران ۱۳۸۴ھ

کی بہت مضبوط شہادت ہے کہ فدک کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نظریہ ہی برحق تھا، وللہ الحمد۔

فدک کی تحقیق کے سلسلہ میں یہ وہ آخری بات تھی جس کو ہم بیان کرنا چاہتے تھے، فدک کے متعلق علماء اہل سنت ہمیشہ سے اہل سنت کے موقف کی وضاحت کرتے رہے ہیں، متاخرین میں سے خاص طور پر شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی اور محسن الملک سید محمد مہدی علی خان نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے اور ہم نے بھی اس مضمون میں ان کی تحقیقات سے استفادہ کیا ہے ہم نے اس مسئلہ کو بہت تفصیل اور وضاحت سے بیان کیا ہے اور قرآن مجید، علماء شیعہ کی تصانیف اور عقلی دلائل سے اس مسئلہ کو واضح کر دیا ہے، میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان صفحات کو طالبان حق کے لیے رشد و ہدایت کا سبب بنائے اور مصنف کے لیے اس تحریر کو مغفرت اور دارین کی فلاح کا ذریعہ بنائے اور اس کتاب کو تاقیامت باقی رکھے اور قبول عام عطا فرمائے وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد سید المرسلین خاتم النبیین شفیع المذنبین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ وذریاتہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین۔

مسئلہ خلافت اس باب کی حدیث نمبر ۴۴۶۵ میں یہ مذکور ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ تک حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حیات میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت نہیں کی اور حضرت فاطمہ کے وصال کے بعد مسجد میں آکر حضرت ابوبکر سے بیعت کی، اس کی تفصیل حضرت عائشہ نے اس طرح بیان کی ہے کہ حضرت علی مسجد میں آئے، کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر کے حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ تبلایا کہ انہوں نے بیعت میں (چھ ماہ کی) تاخیر اس وجہ سے نہیں کی کہ وہ حضرت ابوبکر کے خلاف خلافت میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور نہ وہ حضرت ابوبکر کی فضیلت کا انکار کرتے تھے، لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ ہے اور چونکہ یہ حکومت ہمارے مشورہ کے بغیر بنائی گئی تھی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو رنج پہنچا، مسلمان اس بیان سے خوش ہو گئے اور کہا آپ نے ٹھیک فرمایا! اور جب حضرت علی نے اس معروف راستہ کو اختیار کر لیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل ہو گئے۔

شیعہ حضرات، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے قائل نہیں ہیں، اس لیے ہم اس حدیث کی شرح میں قرآن مجید کی آیات اور عقلی دلائل کی روشنی میں حضرت ابوبکر کی خلافت کا حق ہونا بیان کریں گے اور مسئلہ خلافت میں علماء شیعہ کے اہم شبہات کے جوابات ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق وبہ الاستعانۃ یلیق۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے حق ہونے پر قرآن مجید سے استدلال

(۱) قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یٰایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ

اے ایمان والو! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین سے پھر تا ہے تو (وہ یہ سن لے کہ) عنقریب اللہ تعالیٰ ایسی قوم کو لائے گا جن سے اللہ محبت کرے گا اور وہ قوم اللہ سے محبت کرے گی، یہ لوگ مسلمانوں پر نرم اور کافروں پر

لا ثم ذٰلك فضل الله يؤتيه من يشاء و الله واسع عليم۔ (المائدہ: ۵۴)

سخت ہوں گے، یہ لوگ اللہ کی راہ میں جہاد کریں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈریں گے یہ اللہ کا فضل ہے، جسے وہ چاہتا ہے اس کو یہ عطا فرماتا ہے، اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت کا مالک اور علم والا ہے۔

اس آیت میں جس قوم کا ذکر کیا گیا ہے کہ وہ اللہ کو محبوب ہوگی اور اس کو اللہ محبوب ہوگا، اس قوم سے حضرت ابوبکر اور ان کے موافقین مراد ہیں، کیونکہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے مرتدین سے جہاد کیا اور اس سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کی۔

علامہ ذہبی نے بیان کیا ہے کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر اطراف عالم میں پھیلی تو بہت سارے عرب اسلام سے مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ان سے قتال کے لیے تیار ہو گئے، حضرت عمر اور بعض دوسرے صحابہ نے حضرت ابوبکر کو اس اقدام سے باز رکھنے کی کوشش کی لیکن حضرت ابوبکر نے اس کی طرف التفات نہیں کیا اور فرمایا: بخدا اگر یہ لوگ اس رسی یا اس بکری کے بچے کو دینے سے بھی انکار کریں گے جس کو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں دیا کرتے تھے تو میں ان سے جنگ کروں گا، اور فرمایا جس شخص نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق کیا میں اس سے قتال کروں گا حتیٰ کہ حضرت عمر نے حضرت ابوبکر سے اتفاق کر لیا۔

حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو بنی اسد اور غطفان کی طرف روانہ کیا انہوں نے کچھ مرتدوں کو قتل کیا اور کچھ کو قید کر لیا اور باقی لوگ دوبارہ مسلمان ہو گئے، پھر حضرت ابوبکر نے حضرت خالد کو مسیلمہ کذاب سے جہاد کرنے کے لیے یمامہ بھیجا، جہاں کئی روز تک بہت خون ریز جنگ ہوئی حتیٰ کہ حضرت وحشی (قاتل حمزہ) نے مسیلمہ کذاب کو قتل کر دیا، حضرت عکرمہ بن ابی جہل کو عمان کے مرتدین کی طرف روانہ کیا اور حضرت مہاجر بن امیہ کو مرتدین کے ایک ٹولہ کی طرف روانہ کیا، حضرت زیاد بن لبید انصاری کو مرتدین کے ایک دوسرے ٹولہ کی طرف روانہ کیا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو سات سو سواروں کے ساتھ شام کی طرف روانہ کیا۔

شیعہ مؤرخ شیخ احمد بن ابی یعقوب نے بھی بہت تفصیل سے مرتدین کے خلاف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے جہاد کا ذکر کیا ہے۔[۵]

اہل سنت اور اہل تشیع دونوں کے نزدیک یہ امر اتفاقی ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر اور ان کے رفقاء نے مرتدین کے خلاف جہاد کیا، اس لیے اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر اور ان کے متبعین ہیں اور سورۂ مائدہ کی یہ آیت اس مقصد میں نص صریح ہے کہ حضرت ابوبکر اور ان کے متبعین اللہ تعالیٰ کے محبوب اور محب ہیں، مسلمانوں پر نرم اور کفار پر سخت ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے اور نڈر ہیں اور ان پر اللہ کا فضل ہے، سو اگر حضرت ابوبکر بقول شیعہ غاصب اور ظالم ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کی شان میں یہ آیت نازل نہ فرماتا۔

جہاد کا انتظام کرنا، مسلمانوں پر نرمی اور کفار پر سختی کرنا، ان صفات سے وہی شخص متصف ہوگا جو شخص صاحب اقتدار

۵۔ شیخ احمد بن ابی یعقوب متوفی ۲۹۰ھ، تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۔۹، مطبوعہ مرکز انتشارات علمی و فرہنگی ایران، ۱۳۶۲ھ

ہو کیونکہ سربراہ مملکت اور امیر ریاست کے حکم اور اس کی اجازت کے بغیر جہاد نہیں ہوتا، اس لیے اس آیت میں یہ اشارہ ہے کہ جو قوم مرتدین کے خلاف جہاد کرے گی وہ برسر اقتدار ہو گی اور اس قوم کا برسر اقتدار ہونا اللہ تعالیٰ کو محبوب ہو گا اور چونکہ مرتدین کے خلاف سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے جہاد کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ اس آیت کا مصداق حضرت ابوبکر ہیں اور ان کا برسر اقتدار، اور امیر مملکت ہونا اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب اور پسندیدہ ہے وللہ الحمد علی ذلك ۔

(۲)۔ اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قل للمخلفین من الاعراب ستدعون الی قوم اولی باس شدید تقاتلونهم او یسلمون ۚ فان تطیعوا یؤتکم اللہ اجرا حسنا ۚ وان تتولوا کما تولیتم من قبل یعذبکم عذابا الیما ۔ (فتح: ۱۶)

(آپ (غزوہ حدیبیہ میں) پیچھے رہ جانے والے بدوؤں سے کہیے کہ: عنقریب تم کو ایسی قوم (مرتدین اہل یمامہ) سے جنگ کے لیے بلایا جائے گا جو بہت جنگجو اور زور آور ہے، تم ان سے جنگ کرتے رہو گے یا وہ مسلمان ہو جائیں گے اگر تم نے اس وقت (احکام جہاد کی) اطاعت کی تو اللہ تعالیٰ تم کو بہترین اجر دے گا اور اگر تم نے (اس حکم جہاد سے) روگردانی کی جس طرح تم پہلے روگردانی کر چکے ہو تو اللہ تعالیٰ تم کو دردناک عذاب دے گا۔

اہل علم کا اس پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد سب سے پہلے حضرت ابوبکر نے ان بدوؤں کو جو حنفیہ مانعین زکوٰۃ اور دیگر مرتدین کے خلاف جنگ کے لیے بلایا تھا اور اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان بدوؤں پر جہاد کی دعوت دینے والے امیر کی اطاعت کو واجب قرار دیا ہے اور اس کی اطاعت پر ثواب کا وعدہ کیا ہے اور اس کی نافرمانی پر عذاب کی وعید سنائی ہے اور جس امیر کی اطاعت واجب ہو گی اس کی خلافت واجب ہو گی اور جب ان بدوؤں کو جہاد کے لیے بلانے والے حضرت ابوبکر تھے تو ان کی خلافت واجب ہو گئی۔

حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس جنگجو قوم سے فارس اور روم مراد ہیں، تب بھی کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ فارس اور روم کے خلاف لشکر کو حضرت ابوبکر نے تیار کیا تھا اور حضرت عمر اور حضرت عثمان کے ہاتھوں یہ علاقے فتح ہوئے اور ان دونوں کی خلافت حضرت ابوبکر کی خلافت کی فرع ہے۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس آیت میں جس دعوت دینے والے کا ذکر ہے اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت علی کیوں مراد نہیں ہو سکتے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے مراد نہیں ہیں کہ اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

سیقول المخلفون اذا انطلقتم الی مغانم لتاخذوها ذرونا نتبعکم ۚ یریدون ان یبدلوا کلم اللہ قل لن تتبعونا کذلکم قال اللہ من قبل

(جب تم اموال غنیمت لینے جاؤ گے تو غزوہ حدیبیہ سے) پیچھے رہ جانے والے بدو عنقریب یہ کہیں گے: "ہمیں بھی اپنے ساتھ چلنے دو" یہ بدو اللہ کے کلام کو تبدیل کرنے کا ارادہ کرتے ہیں، آپ کہہ دیجئے: تم

(فتح : ۱۵) ہمارے ساتھ ہرگز نہیں جاؤ گے" اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی اس طرح فرمادیا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمرہ کے لیے مدینہ سے روانہ ہوئے اور آپ نے مسلمانوں کو ساتھ چلنے کے لیے بلایا کیونکہ آپ کو قرآن سے جنگ کا بھی احتمال تھا تو اس موقع پر عرب کے وہ بدو جن کے دلوں میں ایمان راسخ نہیں ہوا تھا جان چرا کر بیٹھ رہے اور آپس میں کہنے لگے بھلا ہم ایسی قوم کی طرف جائیں گے جو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھر (مدینہ) آکر ان کے ساتھیوں کو قتل کر گئی ہے! حدیبیہ سے واپس آنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خیبر پر حملہ کرنے کا حکم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضور کو خبر دی کہ جو بدو حدیبیہ میں آپ کے ساتھ نہیں گئے تھے اب وہ معرکہ خیبر میں آپ کے ساتھ چلنے کے لیے کہیں گے کیونکہ وہاں خطرہ کم اور مال غنیمت ملنے کی توقع زیادہ ہے، آپ ان سے فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ پہلے ہی یہ بتلا چکا ہے کہ تم ہمارے ساتھ نہیں جاؤ گے اب اگر تم ہمارے ساتھ جاؤ گے تو گویا اللہ کا کلام تبدیل ہوجائے گا اور یہ تو ہو نہیں سکتا لہٰذا تم ہمارے ساتھ نہیں جاسکتے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ یہ بدو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہیں جائیں گے، ہاں عنقریب ان کو ایک سخت جنگجو قوم سے لڑنے کے لیے بلایا جائے گا اس وقت اگر انہوں نے اطاعت کی تو ان کو اچھا اجر ملے گا!

اس تفصیل سے یہ واضح ہوگیا کہ اس سخت جنگجو قوم سے جہاد کرنے کے داعی کا مصداق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی فرمادیا ہے یہ بدو آپ کے ساتھ نہیں جائیں گے اور اس داعی کا مصداق حضرت علی بھی نہیں ہیں کیونکہ حضرت علی نے اپنی خلافت میں دعوت اسلام کے لیے کوئی جنگ نہیں کی، حضرت علی نے اپنی زندگی میں جتنی لڑائیاں کیں وہ سب اپنی خلافت کی بقاء اور اپنے حقوق کی حفاظت کے لیے تھیں اور بعد کے حکمران بالاجماع مراد نہیں ہیں، پس متعین ہوگیا کہ دعوت اسلام کے لیے ایک سخت قوم کے خلاف جس شخص نے بدوؤں کو جہاد کی دعوت دی اور جس داعی کی اطاعت پر اللہ تعالیٰ نے اجر حسن اور جس کی حکم عدولی پر اللہ تعالیٰ نے عذاب کو واجب کیا وہ خلفاء ثلاثہ میں سے کوئی ایک شخص ہے اور ہر تقدیر پر حضرت ابوبکر کی خلافت کی حقانیت ثابت ہوگی کیونکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت کا حق ہونا حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی فرع ہے۔ پس واضح ہوگیا کہ اس آیت میں حضرت ابوبکر کی خلافت کے حق ہونے کی قوی دلیل ہے۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک۔

(۳) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

للفقراء المهاجرين الذين اخرجوا من ديارهم واموالهم يبتغون فضلا من الله و رضوانا وينصرون الله ورسوله اولئك هم الصادقون. (حشر : ۸)

(نیز وہ مال) ان فقراء مہاجرین کے لیے ہے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکال دیے گئے، یہ لوگ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں، یہی لوگ صادق ہیں۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کے صادق ہونے کی خبر دی ہے، اور حضرت ابوبکر کو مہاجرین نے خلیفہ بنایا تھا اور یہ کہا تھا کہ حضرت ابوبکر کے ہوتے ہوئے اور کوئی شخص خلافت کا مستحق نہیں ہے سو اگر حضرت ابوبکر کو خلیفہ برحق نہ مانا جائے تو مہاجرین جھوٹے قرار پائیں گے کیونکہ تمام مہاجرین نے کہا حضرت ابوبکر خلیفہ برحق ہیں اور

WWW.NAFSEISLAM.COM

مہاجرین کا جھوٹا ہونا خلاف قرآن ہے پس ثابت ہوا کہ حضرت ابوبکر کا خلیفہ برحق نہ ہونا بھی خلاف قرآن ہے۔ نیز اس آیت میں بلا تخصیص اور بلا استثناء تمام مہاجرین کو سچا فرمایا ہے اور حضرت ابوبکر بھی مہاجر ہیں بلکہ مدینہ کی طرف ہجرت کرنے والے عظیم صحابی ہیں ـــــــ اور اگر بقول شیعہ آپ خلیفہ برحق نہ ہوں بلکہ ظالم، غاصب اور کاذب ہوں تو تمام مہاجرین صادق نہیں رہیں گے اور یہ قرآن کے خلاف ہے اس لیے از روئے قرآن حضرت ابوبکر کو صادق ماننا واجب ہے اور حضرت ابوبکر کو صادق ماننا اس کو مستلزم ہے کہ آپ کی خلافت برحق ہو، پس اس آیت سے حضرت ابوبکر کی خلافت کا حق ہونا دو طریقوں سے ثابت ہوگیا، وللہ الحمد

(۴)۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

والسابقون الاولون من المہاجرین و الانصار والذین اتبعوھم باحسان رضی اللہ عنھم و رضوا عنہ واعد لھم جنت تجری تحتھا الانھر خالدین فیھا ابدا ذلک الفوز العظیم۔

(توبہ: ۱۰۰)

وہ لوگ جو سب سے پہلے اور بڑھ چڑھ کر ہجرت کرنے والے اور نصرت کرنے والے ہیں، اللہ ان سے راضی ہو گیا اور وہ اللہ سے راضی ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں وہ ابد تک ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے اپنی رضامندی اور اخروی انعامات کی بشارت دی ہے جنھوں نے سب سے پہلے ہجرت کی اور سب سے بڑھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت کی اور تمام سنی اور شیعہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہجرت اور نصرت میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے سابق اور اول ہیں (ناسخ التواریخ کے حوالہ سے غزوہ تبوک میں حضرت ابوبکر کی سب سے زیادہ نصرت کا بیان گذر چکا ہے) پس اس آیت سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ جن سے راضی ہے اور جن کو اللہ نے عظیم کامیابی کی بشارت دی ہے ان میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سرفہرست ہیں، سو اگر بقول شیعہ حضرت ابوبکر ظالم، غاصب اور فاسق یا کافر ہوتے تو وہ ان اخروی انعامات کا مصداق نہ ہو سکے، لہٰذا اس آیت سے واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ برحق تھے تبھی وہ اللہ کی رضامندی اور آخرت کی عظیم کامیابی کے حامل ہوئے۔

اس آیت میں مہاجرین اور انصار صحابہ کے بعد میں آنے والے ان لوگوں کے لیے بھی اللہ کی رضا، جنت اور آخرت کی عظیم کامیابی کی بشارت ہے جو ان سابقین اولین کی نیکی کے ساتھ اتباع کریں یا ان کے حق میں کلمہ خیر کہیں سو جو لوگ اخروی انعامات کو حاصل کرنا چاہتے ہیں ان پر لازم ہے کہ وہ حضرت ابوبکر اور دیگر خلفائے راشدین کے متعلق اچھے کلمات کہیں اور نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کریں اور ان کے متبعین بالاحسان میں شامل رہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خلفاء راشدین کے متبعین بالاحسان میں شامل رکھے اور اسی پر ہمارا خاتمہ کرے ہم سے راضی ہو جائے اور ہمیں راضی کر دے اور ہمیں وہ دائمی جنات عطا فرمائے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور عظیم الشان کامیابی عطا فرمائے (آمین)

حضرت ابوبکر کے خلیفہ برحق ہونے پر عقلی دلائل

تمام امت کا اس پر اتفاق ہے کہ خلافت کا مستحق تین شخصوں میں سے کوئی ایک تھا، حضرت ابوبکر،

حضرت علی اور حضرت عباس رضی اللہ عنہم، پھر حضرت علی اور حضرت عباس نے حضرت ابوبکر کی بیعت سے اختلاف نہیں کیا بلکہ ان دونوں حضرات نے حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی، پس تمام صحابہ کا حضرت ابوبکر کی بیعت پر اجماع ہوگیا۔

نیز اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی حضرت ابوبکر سے اسی طرح جنگ کرتے جس طرح انہوں نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی جبکہ معاویہ بیس سال سے شام میں حکمران تھے اور ان کو فوج اور اسلحہ کی بڑی بھاری طاقت حاصل تھی یہی وجہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ طویل عرصہ تک جنگ کرنے کے بعد بھی ان کو زیر نہیں کرسکے، اس کے برخلاف حضرت ابوبکر کو ایسی عسکری قوت حاصل نہیں تھی اور تمام بنو ہاشم حضرت علی کی پشت پر موجود تھے اور حضرت معاویہ کی بہ نسبت حضرت ابوبکر سے جنگ کرنا بہت آسان تھا پس اگر حضرت ابوبکر خلیفہ برحق نہ ہوتے تو حضرت علی بھی ان کی بیعت نہ کرتے جس طرح حضرت حسین نے یزید کی بیعت نہیں کی تھی اور ان سے ضرور جنگ کرتے جس طرح حضرت علی نے حضرت معاویہ سے جنگ کی تھی۔

انعقاد بیعت کے وقت انصار نے یہ کہا تھا کہ ایک امیر ہم میں سے ہو اور ایک امیر تم میں (مہاجرین) سے ہو، حضرت ابوبکر نے اس کا یہ جواب دیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الائمۃ من قریش "امام قریش میں سے ہوں گے" انصار نے اس حدیث کے سامنے سر تسلیم خم کردیا اور حضرت ابوبکر کی بیعت کرلی، حضرت علی کے حامی انصار سے زیادہ تھے اور عام مسلمانوں کو بھی خانوادہ نبوت سے محبت اور ہمدردی تھی اگر ان کے پاس اپنی خلافت کے بارے میں کوئی نص ہوتی تو انصار کی بہ نسبت وہ معارضہ کرنے کے زیادہ حقدار تھے اور ان کے حمایتی اور مددگار انصار سے بہت زیادہ تھے، اس لیے وہ اس نص کو ضرور پیش کرتے اور ثابت کرتے کہ وہ خلافت کے حقدار ہیں، اور تمام مسلمان ان کا ساتھ دیتے۔

کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے چھ ماہ بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی؟

امام بخاری نے ابن شہاب زہری کی سند سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے حیات فاطمہ میں چھ ماہ تک حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی، بعد حضرت فاطمہ کی وفات کے بعد انہوں نے حضرت ابوبکر سے صلح کرکے بیعت کرلی۔ [۱]

امام مسلم نے بھی ابن شہاب زہری کی سند سے اس روایت کو بیان کیا ہے۔ [۲]

ہر چند کہ حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کو امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس صحیح یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیعت عام کے وقت ابتداء ہی میں بیعت کرلی تھی، اور تمام مسلمانوں کے اجتماعی عمل سے الگ نہیں رہے تھے۔ امام بیہقی، امام بخاری اور امام مسلم کی اس روایت پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ، صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۰۹، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۸۱ھ

۲۔ امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ، صحیح مسلم ج ۲ ص ۹۱، مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، ۱۳۷۵ھ

قال معمر قلت للزهری کم مکثت فاطمة بعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ستة اشهر فقال رجل للزهری فلم یبایعه علی رضی اللہ عنہ حتی ماتت فاطمة رضی اللہ عنہا قال ولا احد من بنی هاشم رواه البخاری فی الصحیح من وجهین عن معمر ورواه مسلم عن اسحاق بن راهویه وغیره عن عبد الرزاق - وقول الزهری فی قعود علی عن بیعة ابی بکر رضی اللہ عنہ حتی توفیت فاطمة رضی اللہ عنہا منقطع وحدیث ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ فی مبایعته ایاه حین بویع العامة بعد السقیفة اصح ولعل الزهری اراد قعوده عنها بعد البیعة ثم نهوضه الیها ثانیا وقیامه بواجباتها واللہ اعلم [1]

معمر کہتے ہیں کہ میں نے زہری سے کہا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ کتنے دن زندہ رہیں زہری نے کہا چھ ماہ، پھر ایک شخص نے زہری سے کہا: کیا حضرت فاطمہ کے انتقال تک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی؟ زہری نے کہا بنو ہاشم میں سے کسی نے بھی بیعت نہیں کی! اس حدیث کو امام بخاری نے معمر سے دو سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے اور امام مسلم نے اسحق بن راہویہ سے اور دوسروں نے عبد الرزاق سے روایت کیا ہے اور زہری کی یہ روایت منقطع ہے کہ حضرت فاطمہ کے انتقال تک حضرت علی نے بیعت نہیں کی تھی اور حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ کی یہ روایت صحیح ہے کہ جس وقت عام بیعت ہوئی تھی حضرت علی نے اسی وقت حضرت ابو بکر کی بیعت کر لی تھی اور شاید کہ زہری کی یہ مراد ہو کہ حضرت علی بیعت کرنے کے بعد چھ ماہ تک گھر بیٹھے رہے اور اس کے بعد دوبارہ (چھ ماہ بعد) حضرت ابو بکر کے پاس گئے اور بیعت کے تقاضوں کو پورا کیا۔

امام بیہقی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی جس روایت کا حوالہ دیا ہے وہ یہ ہے:

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری روایت کرتے ہیں:

عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ قال لما توفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قام خطباء الانصار فجعل الرجل منهم یقول یا معاشر المهاجرین ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان اذا استعمل رجلا منکم قرن معه رجلا منا فنری ان یلی هذا الامر رجلان احدهما منکم والآخر منا قال فتتابعت خطباء الانصار علی ذلک فقام زید بن ثابت فقال ان رسول اللہ

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہو گئی تو انصار کے خطباء کھڑے ہو گئے اور ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے جماعت مہاجرین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تم میں سے کسی شخص کو حاکم بناتے اور اس کے ساتھ ہمارے ایک آدمی کو بھی حاکم بناتے، سو ہمارا خیال یہ ہے کہ اس خلافت کے لیے بھی دو شخص مقرر کیے جائیں، ایک ہم میں سے ہو اور ایک تم میں سے، پھر انصار کے سب خطیبوں نے

[1] امام احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ ھ، سنن کبریٰ ج ۶ ص ۳۰۰، مطبوعہ نشر السنة ملتان

صلی اللہ علیہ وسلم کان من المہاجرین وان الامام یکون من المہاجرین ونحن انصارہ کما کنا انصار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقام ابو بکر رضی اللہ عنہ فقال جزاکم اللہ خیرا یا معشر الانصار وثبت قائلکم ثم قال اما لو فعلتم غیر ذلک لما صالحناکم ثم اخذ زید بن ثابت بید ابی بکر فقال ھذا صاحبکم فبایعوہ ثم انطلقوا فلما قعد ابو بکر علی المنبر نظر فی وجوہ القوم فلم یر علیا فسأل عنہ فقام ناس من الانصار فاتوا بہ فقال ابو بکر ابن عم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وختنہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعہ ثم لم یر الزبیر بن العوام فسال عنہ حتی جاءوا بہ فقال ابن عمۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وحواریہ اردت ان تشق عصا المسلمین فقال مثل قولہ لا تثریب یا خلیفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فبایعاہ ھذا حدیث صحیح علی شرط الشیخین ولم یخرجاہ [1]

اسی طرح کہنا شروع کیا، اس وقت حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین میں سے تھے اور امام بھی مہاجرین میں سے ہونا چاہیے اور ہم اس کی نصرت کریں گے جس طرح ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا اے جماعت انصار اللہ تعالیٰ تم کو جزاء خیر دے اور تمہارے قائل کو ثابت قدم رکھے، اگر تم اس کے علاوہ کوئی اور فیصلہ کرتے تو ہم اس کو قبول نہ کرتے، پھر حضرت زید بن ثابت نے حضرت ابوبکر کا ہاتھ پکڑ کر کہا یہ تمہارے صاحب ہیں ان سے بیعت کر لو، پھر سب نے بیعت کی، جب حضرت ابوبکر منبر پر بیٹھ گئے تو آپ نے لوگوں کی طرف دیکھا حضرت علی نظر نہیں آئے، آپ نے ان کے متعلق دریافت کیا، انصار میں سے کچھ لوگ حضرت علی کو بلا کر لائے، حضرت ابوبکر نے کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد اور آپ کے داماد! کیا آپ مسلمانوں کے اتحاد کو توڑنا چاہتے ہیں، حضرت علی نے کہا اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ملامت نہ کریں، سو آپ نے بیعت کر لی! پھر آپ نے دیکھا کہ حضرت زبیر بن عوام بھی نہیں ہیں تو ان کے متعلق دریافت کیا، پھر لوگ ان کو لائے، آپ نے فرمایا: اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد اور آپ کے مددگار! کیا آپ مسلمانوں کی جمعیت کو توڑنا چاہتے ہیں! حضرت زبیر نے بھی کہا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ ملامت نہ کریں پھر دونوں نے بیعت کی، یہ حدیث امام بخاری اور امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے اور انہوں نے اس کو روایت نہیں کیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ امام ابن حبان اور دیگر محدثین نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں حضرت ابوبکر سے بیعت کر لی تھی اور یہ روایت بخاری اور مسلم کی اس روایت سے زیادہ صحیح اور اس پر راجح ہے اور بر تقدیر تسلیم بخاری اور مسلم کی روایت کا محمل یہ ہے کہ حضرت علی نے دوبارہ اکٹھ بیعت کی، کیونکہ حضرت فاطمہ کی تیمار داری میں مشغولیت کے باعث وہ حضرت ابوبکر کی مجلس سے غیر حاضر رہے تھے اس لیے لوگوں کے

[1] امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری متوفی ۴۰۵ھ، المستدرک ج ۳ ص ۷۶، مطبوعہ دار الباز مکہ مکرمہ

اطمینان کی خاطر دوبارہ آکر بیعت کی تجدید کی۔ [1]
حضرت ابو سعید کی روایت کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے:

امام ابن سعد روایت کرتے ہیں:

عن الحسن قال، قال علی لما قبض النبی صلی اللہ علیہ وسلم نظرنا فی امرنا فوجدنا النبی صلی اللہ علیہ وسلم قد قدم ابا بکر فی الصلوٰۃ فرضینا لدنیانا من رضی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لدیننا فقدمنا ابا بکر۔ [2]

حسن کہتے ہیں کہ حضرت علی نے فرمایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصال کر گئے تو ہم نے خلافت کے متعلق غور کیا پس ہم نے یہ دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوبکر کو نماز میں مقدم کیا تھا، پھر ہم اپنی دنیا کے معاملہ میں اس شخص سے راضی ہو گئے جس شخص پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے دین کے معاملہ میں راضی تھے۔

امام ابو عبد اللہ حاکم نیشاپوری اور امام ابن سعد کی ان روایات سے واضح ہو گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر کی اسی وقت بیعت کر لی تھی جب بیعت عام منعقد ہوئی تھی اور امام بخاری اور امام مسلم نے معمر کے حوالے سے جو بیعت میں چھ ماہ تاخیر کی روایت بیان کی ہے وہ زہری کا قول ہے اور غیر متصل ہے اس لیے حجت نہیں ہے۔ اور بفرض محال اگر یہ روایت صحیح ہو بھی تب بھی کوئی منافات نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں حضرت علی کی تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ بیعت کی صحت کے لیے ہر ہر فرد کا بیعت کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ ارباب حل وعقد میں سے جو علماء اور رؤساء میسر ہوں ان کا بیعت کرنا صحت بیعت کے لیے کافی ہے، البتہ باقی لوگوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ امام کی اطاعت کریں اور اس کی مخالفت نہ کریں اور جماعت مسلمین سے باہر نہ ہوں سو حضرت علی نے ایسا ہی کیا ہر چند کہ انہوں نے بیعت عام کے وقت بیعت نہیں کی لیکن انہوں نے اتحاد مسلمین کی لاٹھی کو نہیں توڑا اور نہ حضرت ابوبکر کی مخالفت کی اور جب ان کو حضرت فاطمہ کی تیمار داری سے فرصت ملی تو انہوں نے اطمینان سے آکر شرح صدر سے حضرت ابوبکر کی بیعت کر لی۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ حضرت علی نے تاخیر بیعت کا خود یہ عذر بیان کیا ہے کہ ہمیں حضرت ابوبکر کی افضلیت اور خلافت میں ان کے استحقاق سے کوئی اختلاف نہیں ہمیں صرف یہ شکایت ہے کہ مشورہ میں ہم کو شریک نہیں کیا گیا، حضرت ابوبکر، عمر اور دوسرے صحابہ کی طرف سے اس عذر کا یہ جواب ہے کہ خلافت کا معاملہ بے حد اہم تھا اور اس مسئلہ کو جلد از جلد طے کرنا مقصود تھا، اسی وجہ سے اس قضیہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین پر مقدم کیا گیا، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دینے اور تجہیز و تکفین میں مشغول تھے اس بناء پر ان کو مشورہ کے لیے نہیں بلایا جا سکا، بہر حال یہ توجیہات حضرت علی کی بیعت میں تاخیر کی بناء پر ہیں ورنہ صحیح یہی ہے کہ حضرت علی نے ابتداء ہی میں بیعت عام کے وقت بیعت کر لی تھی، اہل تشیع کی روایات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے جیسا کہ ان شاء اللہ ہم عنقریب بیان کریں گے۔

---

[1] حافظ شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فتح الباری ج ۷، ص ۴۹۵، مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور، ۱۴۰۱ھ
[2] امام محمد بن سعد متوفی ۲۳۰ھ، الطبقات الکبریٰ ج ۳ ص ۱۸۳، مطبوعہ دار صادر بیروت، ۱۳۸۸ھ

حضرت ابوبکر کی خلافت پر حضرت علی کا تبصرہ

حضرت علی کے نزدیک حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی خلافت صحیح تھی، اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے ان کی خلافت کے خلاف کوئی مناقشہ نہیں کیا، کوئی محاذ آرائی نہیں کی بلکہ خلفاء ثلاثہ کے ساتھ وہ مسلسل تعاون اور ان کی حمایت کرتے رہے چوبیس سال تک لگاتار خلفاء ثلاثہ کی اقتداء میں نمازیں پڑھیں، خلفاء ثلاثہ کی سونپی ہوئی ذمہ داریوں کو خوش اسلوبی سے پورا کیا اور ہمیشہ ایک رفیق اور حلیف کی حیثیت سے ان کے ساتھ تعاون کرتے رہے۔

حافظ الہیثمی بیان کرتے ہیں،

عن علی انہ قال یوم الجمل ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یعہد الینا عہدا ناخذ بہ فی امارۃ ولکنہ شیء رایناہ من قبل انفسنا ثم استخلف ابو بکر رحمۃ اللہ علی ابی بکر فاقام واستقام ثم استخلف عمر رحمۃ اللہ علی عمر فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ ۔[۵]

جنگ جمل کے دن حضرت علی نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خلافت کے متعلق ہمیں کوئی وصیت نہیں کی تھی جس پر ہم عمل کرتے، ہم نے خود اپنے اجتہاد سے خلیفہ مقرر کیا، پھر ابوبکر کو خلیفہ بنایا گیا، ابوبکر پر اللہ کی رحمت ہو انہوں نے خلافت کو درستگی کے ساتھ قائم کیا اور خود بھی راہ راست پر رہے پھر عمر کو خلیفہ بنایا گیا، عمر پر اللہ کی رحمت ہو انہوں نے بھی کار خلافت کو صحیح رکھا اور خود بھی راہ استقامت پر گامزن رہے حتیٰ کہ دین کے تمام معاملات درست ہو گئے۔

اہل تشیع کی تصانیف میں حضرت علی کے بیعت کرنے کا نقشہ

یہاں تک ہم نے علماء اہل سنت کی احادیث اور دیگر تصانیف سے حضرت ابوبکر کے ہاتھ پر حضرت علی کے بیعت کرنے کا واقعہ بیان کیا ہے اب ہم تقابلی جائزہ کے لیے علماء اہل تشیع کی تصانیف سے حضرت علی کے بیعت کرنے کا واقعہ بیان کرتے ہیں:

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں:

جب حضرت عمر نے دیکھا کہ جمیع مہاجرین و انصار نے بغیر حیدر کرار اور چار نفر خواص اصحاب رسول دین کو دنیا سے فروخت کر ڈالا اور حضرت ابوبکر سے بیعت کی، اس وقت ابوبکر سے کہا علی کو بیعت کے لیے کیوں نہیں بلاتے واللہ جب تک وہ بیعت نہ کریں گے تب تک تم پر خلافت قائم نہ رہے گی کہ وہ خلیفہ برحق رسول خدا ہیں اور عالم تر اور شجاع تر اور فاضل تر اس امت کے ہیں، لوگ ان کی طرف بہت رجوع کرتے ہیں، ابوبکر نے جناب امیر کو بیعت کے لیے بلایا، جناب امیر نے فرمایا میں نے قسم کھائی ہے جب تک قرآن جمع نہ کر لوں گھر سے باہر نہ آؤں اور چادر کندھے پر نہ ڈالوں بعد چند روز کے قرآن ناطق یعنی جناب امیر نے قرآن کو جمع فرمایا اور جزدان میں رکھ کر سر بمہر کر دیا پھر مسجد میں تشریف لا کر مجمع مہاجرین و انصار میں ندا فرمائی کہ اے گروہ مردمان جب میں دفن پیغمبر آخر الزمان سے فارغ ہوا بحکم آنحضرت قرآن جمع کرنے میں مشغول

۵۔ حافظ نور الدین علی بن ابی بکر متوفی ۸۰۷ھ، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۱۷۵، مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت، ۱۴۰۲ھ

ہوا اور جمیع آیات و سورہ ہائے قرآن کو میں نے جمع کیا اور کوئی آیہ آسمان سے نازل نہ ہوا جو حضرت نے مجھے نہ سنایا ہو، اور اس کی تعلیم مجھے نہ کی ہو، چونکہ اس قرآن میں چند آیات کفر و نفاق منافقین و آیات نص خلافت جناب امیر صریح تھے اس وجہ سے خلافت نے اس قرآن سے انکار کر دیا۔ جناب امیر غضبناک اپنے حجرہ طاہرہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا اب اس قرآن کو تم لوگ تا ظہور قائم آل محمد نہ دیکھو گے۔ [1]

اس اقتباس سے یہ معلوم ہوا کہ علماء شیعہ کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پانچ اصحاب کے سوا باقی تمام صحابہ نے بیعت کی، اہل تشیع نے جس ذلت و رسوائی کے ساتھ حضرت علی کو مسجد میں بلوانے اور جبراً بیعت لینے کا واقعہ بیان کیا ہے وہ کسی تبصرہ کا محتاج نہیں ہے، اس کے ساتھ ہی حضرت خاتون جنت سیدنا فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی شدید توہین کی ہے اور حضرت علی کی انتہائی بزدلی بیان کی ہے۔ حضرت خاتون جنت پر دروازہ گرا کر ان کا حمل ساقط کر دیا اور وہ کچھ نہ کر سکے، ایسا بھی کیا تقیہ! حضرت علی کو اپنی جان اتنی پیاری تھی کہ اپنی اور رسول اللہ کی عزت کو پامال ہوتے ہوئے دیکھتے رہے اور اسد اللہی قوت سے کوئی مزاحمت نہیں کی!۔

تقیہ کا جواب

ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں: ایک گروہ منافقین نے مشورہ کیا کہ جناب امیر کو قتل کریں اور باہم کہا ہماری عملداری مستحکم نہ ہو گی جب تک علی کو قتل نہ کریں۔ جب ابوبکر نے ان سے کہا جب چاہو کوئی جرات نہیں کر سکتا تو ثانی نے ایک آدمی کو بھیج کر خالد بن ولید کو بلایا اور کہا تم کو میں نے ایک امر عظیم کے لیے بلوایا ہے، بولا جو کچھ کہو مجھ کو منظور ہے اگرچہ قتل علی ہی کیوں نہ ہو، کہا اسی لیے تم کو بلایا ہے، خالد نے پوچھا کس وقت علی کو قتل کر دوں۔ . . . . . نے کہا وقت نماز میں علی کے پہلو میں کھڑا ہو جب میں سلام کہوں تو علی کو قتل کر۔ اسماء بنت عمیس کہ پہلے زن جعفر طیار تھیں اس وقت زوجہ ابوبکر تھیں جب اس نے لوگوں کے اس مشورہ کو سنا اپنی کنیزہ سے کہا علی اور فاطمہ کے گھر جا اور ان کے گھر میں پھرتی اور یہ آیت پڑھتی جا: ان الملأ یاتمرون بك ولیقتلوك فاخرج انی لك من الناصحین" جب وہ کنیز آئی اور یہ آیت پڑھی۔ جناب امیر نے فرمایا اپنی بی بی سے کہہ دے خدا تجھ پر رحمت نازل کرے وہ لوگ یہ قدرت نہیں رکھتے، اس لیے کہ اگر وہ مجھے قتل کریں گے تو ناکثین و قاسطین و مارقین سے کون لڑے گا پس جناب امیر نے وضو کیا اور مسجد میں تشریف لائے اور مشغول نماز ہوئے۔ خالد بن ولید بھی پہلو میں آ کھڑا ہوا اس وقت ابوبکر نماز پڑھاتے تھے۔ اور ڈرے کہ جناب امیر نے اگر تلوار کھینچ لی تو پہلے میں ہی نہ مارا جاؤں اس خیال سے تشہد کو بہت طول دیا یہاں تک کہ نزدیک ہوا آفتاب طلوع ہو جائے۔ خوف دوسرا یہ بھی تھا اگر سلام کہی اور خالد بن ولید اپنی حرکت ناپاک کرے فتنہ و فساد برپا ہو جائے، پس قبل سلام ابوبکر نے کہا اے خالد! جس بات کا میں نے تم کو حکم دیا ہے وہ مت کرنا، اور اگر کرے گا تو میں تجھے مار ڈالوں گا۔ یہ کہہ کر سلام نماز کیا اس وقت جناب امیر نے خالد سے کہا تجھے ابوبکر نے کیا حکم دیا تھا اس نے کہا تمہارے قتل کا۔ فرمایا کیا تو مجھے قتل کرتا۔ خالد نے کہا ہاں واللہ! اگر ابوبکر منع نہ کرتے تو میں تم کو قتل کر دیتا۔ یہ سن کر جناب امیر نے خالد کو بلند کر کے زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پہ چڑھ بیٹھے اور تلوار اٹھائی کہ سر کاٹ لیں عمر نے چلا کر کہا بحق پروردگار کہ علی ابن ابیطالب خالد کو مارے ڈالتے ہیں۔ سب مل کر چھڑا لو۔ یہ سن کر تمام حاضرین مسجد میں جمع ہو گئے مگر جناب امیر کے ہاتھ سے نہ چھڑا سکتے تھے۔ [2]

---

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۲۲۷-۲۲۶، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

[2] " " جلاء العیون مترجم ج ۱ ص ۲۳۸، ۲۳۴، " " "

ملا باقر مجلسی کے بیان کردہ اس واقعہ سے یہ ظاہر ہو گیا کہ حضرت علی حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اور یہ عذر بیان کرنا صحیح نہیں ہے کہ حضرت علی نے تقیۃً یہ نمازیں پڑھی ہیں کیونکہ اسی عبارت میں یہ لکھا ہے کہ حضرت علی اتنے زور آور تھے کہ انہوں نے حضرت خالد بن ولید کو پکڑ لیا تو تمام حاضرین مسجد مل کر بھی ان کو نہیں چھڑا سکتے تھے۔ اور جب حضرت علی کو اپنی جان کا موت اور خطرہ نہیں تھا کیونکہ وہ بار بار فرماتے تھے کہ یہ لوگ مجھے قتل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے تو تقیہ کی کوئی وجہ نہ تھی اور جب ان کے نزدیک حضرت ابوبکر کافر تھے۔ (العیاذ باللہ) تو پھر کافر کے پیچھے نمازیں پڑھ کر نمازوں کو برباد کرنے کی کیا ضرورت تھی!

نیز اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ موجودہ قرآن نا تمام اور محرف ہے اصل قرآن اب تک غائب ہے، حتیٰ کہ حضرت علی نے اس قرآن کو اپنے دور خلافت میں بھی نہیں ظاہر کیا اور تمام امت مسلمہ کو اب تک اس سے محروم رکھا ہے جب قائم آل محمد (یعنی امام مہدی) کا ظہور ہوگا تب اس قرآن کا ظہور ہوگا۔!

ملا باقر مجلسی حضرت علی کو مسجد میں بلانے کا نقشہ کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

ثانی (حضرت عمر) نے کسی کو مسجد میں بھیج کر اپنے ساتھیوں سے اور کل منافقین سے نصرت و مددگاری چاہی پس منافقین فوج فوج . . . . کی نصرت و مددگاری کو آئے۔ یہاں تک کہ انبوہ و اژدحام ہو گیا۔ خالد بن ولید نے شمشیر کھینچ کر جناب امیر پر حملہ کیا۔ جناب امیر نے اس پر حملہ کر کے چاہا قتل کر دیں مگر لوگوں نے بحق رسول خدا جناب امیر کو قسم دی۔ جناب امیر نے خالد کو چھوڑ دیا۔ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، بریدہ اسلمی (رضوان اللہ علیہم) جناب امیر کی نصرت و مددگاری کو اٹھ کھڑے ہوئے اور قریب تھا کہ فتنہ عظیم برپا ہو۔ جناب امیر نے ان کو منع کیا اور فرمایا مجھے ان اشقیاء کے ساتھ چھوڑ دو اس لیے کہ خدا نے مجھے حکم نہیں دیا کہ اس وقت ان سے جہاد کروں۔ وہ اشقیائے امت گلوئے مبارک حضرت میں رسیاں ڈال کر مسجد میں لے گئے۔ در بروایت دیگر۔ جب دروازہ در دولت پر پہنچے اور جناب فاطمہ اندر آنے سے مانع ہوئیں اس وقت قنفذ نے بروایت دیگر ثانی نے تازیانہ بازوئے جناب فاطمہ پر مارا کہ بازوئے جناب سیدہ کا مضروب ہو کر سوج گیا مگر پھر بھی جناب فاطمہ نے جناب امیر سے ہاتھ نہ اٹھایا۔ اور ان لوگوں کو گھر میں آنے سے منع کیا۔ یہاں تک کہ دروازہ شکم جناب فاطمہ پر گرا دیا جس نے پسلیوں کو شکستہ کر دیا۔ اور اس فرزند کو جو شکم میں تھا حضرت رسول نے جس کا نام محسن رکھا تھا شہید کر دیا اور سیدہ نے بھی اسی صدمہ ضربت سے انتقال کیا۔ در روایت دیگر مغیرہ بن شعبہ نے بحکم حضرت دوم (حضرت عمر) دروازہ شکم محترم جناب فاطمہ پر گرا دیا۔ اور ان کے فرزند محسن کو ان کے شکم میں شہید کیا پھر جناب امیر کو مسجد میں لے گئے جفا کار و اشقیائے امت پیچھے پیچھے تھے اور کوئی نصرت و مدد حضرت کی نہ کرتا تھا۔ سلمان، ابوذر، مقداد، عمار، بریدہ اسلمی روتے پیٹتے اور کہتے تھے، کیا جلد حضرت رسول خدا سے تم لوگوں نے خیانت کی۔ کینہ ہائے سینہ کو ظاہر کیا۔ اور انتقام حضرت کا ان کے اہل بیعت سے لیا۔ اس وقت بریدہ اسلمی نے کہا اے . . . . سب قریش تیری اصلیت و نسب کو جانتے ہیں اور تجھے پہچانتے ہیں کہ کتنی مرتبہ کے . . . . سے تو پیدا ہوا ہے ایسا شخص خانۂ اہلبیت میں آئے اور پیغمبر کی بیٹی کو مجروح کرے برادر اور وصی رسول کو اس رسوائی سے مسجد میں لے جائے جب ابوبکر کی نظر جناب امیر پر پڑی لوگوں سے کہا چھوڑ دو۔ جناب امیر نے فرمایا اے ابوبکر کس حق اور کس میراث اور کس فضیلت پر تو نے خلافت میں تصرف کیا۔ کل بحکم پیغمبر مجھ سے تو نے خم غدیر میں بیعت کی اور بحکم پیغمبر مجھ پر بامارت مومنان

تو نے سلام کیا۔ یہ سن کر...... شمشیر غلاف سے کھینچ کر بالائے سر جناب امیر کھڑا ہو گیا اور کہا ان باتوں کو جانے دو اور بیعت کرو۔ جناب امیر نے فرمایا اگر بیعت نہ کروں کیا کرے گا؟ ثانی نے کہا اگر بیعت نہ کرو گے تو قتل کروں گا۔ جناب امیر نے فرمایا رسول کے بھائی کو قتل کرے گا؟ بخدا سوگند اگر مجھے خیال حکم خدا اور اطاعت رسول نہ ہوتا تو ابھی اچھی طرح معلوم ہو جاتا کہ کون زیادہ ضعیف ہے۔ پس بریدہ اسلمی اٹھے اور کہا اے ابوبکر و عمر آیا تم نہیں تھے کہ جناب رسول خدا نے تمہیں اور ہمیں فرمایا کہ جا کر جناب امیر پر بامارت و بادشاہی سلام کریں۔ تم لوگوں نے پوچھا یہ حکم آپ از جانب حق تعالے دیتے ہیں، حضرت رسول نے فرمایا ہاں بحکم خدا دیتا ہوں اس وقت ہم لوگ گئے اور سلام کیا اور کہا السلام علیکم یا امیر المومنین! عمر نے کہا اے بریدہ تمہیں ان باتوں سے کیا۔ بریدہ نے کہا بخدا سوگند میں اس شہر میں نہ رہوں گا جہاں تم لوگ امیر ہو اور خلیفۂ رسول معزول ہو۔ اس کلام کے بعد باجازت حضرت عمرؓ بریدہ اسلمی کو مار کر مسجد سے نکال دیا۔ بعد ازاں سلمان فارسی اٹھے اور کہا اے ابوبکر! خدا سے خوف کر اور جس جگہ بیٹھنے کا سزاوار نہیں وہاں سے اٹھ جا۔ اور حق خلافت اہل بیت کو دے دے اور جمیع امت کو جہالت و ضلالت میں تا روزِ قیامت نہ ڈال۔ یہ سن کر عمر نے آواز دی سلمان تم کو ان باتوں سے کیا کام۔ سلمان نے کہا بخدا! سوگند اگر میں جانتا اپنی تلوار سے اہل دین کی خدمت کرتا۔ بے شک تلوار کھینچ کر مردانہ راہِ خدا میں جہاد کرتا کہ تم وصیِ رسول سے ایسا سلوک نہ کر سکتے۔ پس اور لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور کہا تم نے کیا کیا نہ کیا اور کیا نہ جانا۔ کیا دین میں آئے اور کیا دین میں سے خارج ہو گئے۔ اب میں تم کو بلا میں مبتلا ہونے اور نعمت فراخی سے ناامیدی کی بشارت دیتا ہوں۔ واضح ہو کہ ایک گروہ ستمگار تم پر مسلط ہو گا اور بجور و ستم تم سے سلوک کرے گا۔ کتاب خدا اور اس کے احکام کو بدل ڈالے گا۔ اس کے بعد ابوذر، مقداد و عمار اٹھے اور ہر ایک نے حجت ہائے بالغہ اور دلیل ہائے کاملہ ان اشقیاء پر تمام کیں اور جناب امیر کی طرف مخاطب ہو کر کہا، آپ کیا فرماتے ہیں اگر حکم دیں تو ہم شمشیر سے ان لوگوں کے ساتھ جہاد کریں یہاں تک کہ مارے جائیں جناب امیر نے فرمایا خدا تم پر رحمت کرے۔ ان اشقیاء سے دست بردار ہو اور وصیت رسول خدا یاد کرو۔ ابوبکر منبر پر چپ چاپ بیٹھے تھے...... نے کہا بیٹھا ہے علی زیر منبر مقام محاربہ میں ہے اور بیعت نہیں کرتے۔ مجھے اجازت دے کہ ان کو قتل کر دوں۔ اس وقت حسنین برابر اپنے پدر بزرگوار کے کھڑے تھے۔ اس کلام سے رونے اور چلانے لگے۔ اور قبر رسول کی طرف منہ کر کے فریاد کرنے لگے۔ یا جداہ یا رسول اللہ۔ ہم کو آپ اس حالت میں دیکھیں کہ ہم بے یار و مددگار ہیں پس جناب امیر نے حسنین کو اپنے سینے سے لگا کر فرمایا اے جانِ پدر! نہ رو۔ بخدا سوگند یہ اشقیاء تمہارے باپ کے قتل پر قادر نہیں اور اس سے زیادہ ذلیل و بے مقدار ہیں جو یہ ارادہ کر سکیں۔ پس ام سلمہ زوجۂ رسول خدا اور ام ایمن مربیہ آنحضرت اپنے اپنے مکان سے روتی ہوئی دوڑیں اور بولیں اے گروہ! تم نے بہت جلد اپنے کینہ ہائے دیرینہ کو بعد رسول ظاہر کیا۔ ثانی نے کہا ان عورتوں کو مسجد سے نکال دو اور ان کے کلام سے کیا کام۔ پس جناب امیر اٹھے اور مہاجرین و انصار سے اپنے فضائل و مناقب ایک ایک بیان کیے اور ان سے نصوص رسول خدا پر اپنی خلافت کے مقدمہ میں گواہی چاہی اور روزِ غدیر و دیگر مقامات متعددہ انہیں یاد دلائے اور حجت الٰہی ان پر تمام کی۔ ان لوگوں نے کہا یا حضرت اگر آپ اس سے پہلے فرماتے تو ہم ابوبکر کی بیعت نہ کرتے اس گفتگو سے عمر کو خوف ہوا کہ لوگ ایسا نہ ہو ابوبکر کی خلافت سے منحرف ہو جائیں لہٰذا پھر جناب امیر سے کہا یا علی بیعت کرو ورنہ میں تم کو...... کر دوں گا۔ جناب امیر نے فرمایا تو جھوٹ کہتا ہے۔ بخدا سوگند میرے اوپر تمہیں قدرت نہیں۔

پس کر خالد بن ولید دوڑا اور تلوار غلاف سے کھینچ کر بولا۔ بخدا سوگند بیعت کرو ورنہ قتل کر دوں گا۔ جناب امیر نے گریبان پکڑ کر دور پھینک دیا اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی بعد اس کے ہر چند کوشش کی مگر جناب امیر نے بیعت نہ کی۔ لوگوں نے جن میں عمر بھی تھے جناب امیر کا ہاتھ پکڑ لیا زبردستی۔ اور ابوبکر نے اپنا ہاتھ دراز کر کے حضرت کے ہاتھ تک پہنچایا احادیث معتبرہ میں منقول ہے جب جناب امیر کو مسجد میں لائے آپ نے مرقد مطہر جناب رسول کی طرف منہ کر کے کہا: یا ابن عم ان القوم استضعفونی وکادوا یقتلوننی ۔ اے برادر من! تیری قوم نے مجھے ضعیف کیا اور نزدیک ہوا مجھے مار ڈالیں پس حضرت رسول کی قبر سے ایک ہاتھ نکلا۔ سب نے کہا پہچان کر۔ یہ حضرت رسول کا ہاتھ ہے اور ایک آواز آئی کہ سب نے پہچانی رسول کی آواز ہے اور وہ آواز یہ تھی: یا ابا بکر اکفرت بالذی خلقک من تراب ثم من نطفۃ ثم سواک رجلا اے ابوبکر! کافر ہوا اس خدا سے جس نے تجھے خاک سے پیدا کیا۔ [1]

ملا باقر مجلسی نے متعدد بار لکھا ہے کہ حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کا خیال مانع تھا ورنہ چار کے سوا تمام صحابہ کو مار ڈالتے۔ سوال یہ ہے کہ جب چار کے سوا تمام صحابہ مرتد ہو گئے تھے تو رسول اللہ کا تو یہی حکم ہے کہ مرتد کو قتل کر دو اور قرآن مجید میں بھی یہی حکم ہے کہ کفار اور منافقین کو قتل کر دو، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ محض افتراء ہے کہ آپ نے کافروں، مرتدوں، ظالموں اور غاصبوں کو قتل کرنے سے منع کیا تھا، اور یہ بھی ایک جھوٹا حیلہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی تھی کہ جب تک تمہارے ساتھ ایک جماعت نہ ہو ان سے جنگ نہ کرنا، جب حضرت علی تنہا ان سب پر بھاری تھے تو پھر جماعت کی کیا ضرورت تھی؟ اور یہ بھی غلط ہے کہ آپ کے ساتھ جماعت نہیں تھی تمام بنو ہاشم اور اہل بیت آپ کے ساتھ تھے اور اہل تشیع کے زعم کے مطابق یہ صحابہ کافر تھے تو پھر ان کافروں سے جنگ کرنا واجب تھا خصوصاً اس وقت جب کہ حضرت علی کو یہ یقین تھا کہ یہ ان کو قتل کرنے پر قدرت نہیں رکھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بلا جبر و اکراہ بطیب خاطر عزت و کرامت کے ساتھ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کی تھی اور ہمیشہ خلفائے ثلاثہ کے ہم نوا، معاون اور حلیف رہے، ان کی اقتداء میں نمازیں پڑھتے رہے اور ان کے احکام پر خوش دلی سے عمل کرتے رہے، حضرت علی کا حضرت ابوبکر کی اقتداء میں نمازیں پڑھنا جلاء العیون کی اس عبارت سے ثابت ہے اور ہم نے دلائل سے واضح کر دیا ہے کہ حضرت علی تقیۃً نمازیں نہیں پڑھتے تھے۔

یہاں تک ہم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے برحق ہونے پر قرآن مجید، احادیث، عقل صریح اور کتب شیعہ سے دلائل پیش کیے ہیں۔ اب ہم حضرت ابوبکر کی خلافت پر اہل تشیع کے اہم اعتراضات کے جوابات ذکر کریں گے فنقول وباللہ التوفیق۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ حضرت ابوبکر میں شجاعت کی کمی تھی

اہل تشیع کا ایک اعتراض یہ ہے کہ خلیفہ کو شجاع اور بہادر ہونا چاہیے اور حضرت ابوبکر شجاع اور بہادر نہیں تھے، اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر

---

[1] ملا محمد باقر مجلسی متوفی ۱۱۱۰ھ، جلاء العیون ج ا ص ۲۲۳ - ۲۲۰، مطبوعہ شیعہ جنرل بک ایجنسی لاہور

کو کسی مہم کی ذمہ داری نہیں سونپی۔

الجواب اہل تشیع کا یہ کہنا باطل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو کسی مہم کی قیادت نہیں دی، کیونکہ صحیح بخاری میں حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات غزوات میں شریک ہوا اور نو ایسی مہمات میں شریک ہوا جن میں سے بعض میں حضرت ابوبکر امیر تھے اور بعض میں حضرت اسامہ بن زید امیر تھے۔ اور نو ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود بھی یہ اعتراف کرتے تھے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے، مسند بزار میں ہے حضرت علی نے لوگوں سے پوچھا بتاؤ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا آپ ہیں! حضرت علی نے فرمایا میں نے جس کو بھی مقابلہ کی دعوت دی میں اس سے برابر رہا، لیکن مجھے بتاؤ کہ سب سے زیادہ بہادر کون ہے؟ لوگوں نے کہا ہمیں علم نہیں! حضرت علی نے کہا جنگ بدر کے دن ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک چھپر بنایا، ہم نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے اس چھپر میں کون رہے گا تاکہ کوئی مشرک آپ پر حملہ نہ کر سکے! بخدا! ابوبکر کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس چھپر میں نہیں گیا، حضرت ابوبکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کے لیے آپ کے پاس برہنہ تلوار لیے کھڑے رہے، پس ابوبکر ہی صحابہ میں سب سے زیادہ بہادر تھے۔ حضرت علی نے فرمایا میں نے دیکھا کفار قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ لیا اور آپ کو ایذاء پہنچانے لگے، اور کہنے لگے کہ تم ہی وہ شخص ہو جو ہمارے تمام معبودوں کو باطل معبود قرار دیتے ہو، حضرت علی کہتے ہیں کہ بخدا! حضرت ابوبکر کے سوا ہم میں سے کوئی شخص بھی حضور کے قریب نہیں پہنچا، حضرت ابوبکر ان کو مارتے اور ان کو روندتے اور کہتے تمہارا ناس ہو جائے تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے! پھر حضرت علی نے اپنی چادر اٹھائی اور رونے لگے حتیٰ کہ ان کی ڈاڑھی بھیگ گئی۔ پھر حضرت علی نے سوال کیا کہ آل فرعون کا مومن بہتر ہے یا ابوبکر بہتر ہیں؟ جب لوگ خاموش رہے تو حضرت علی نے فرمایا بخدا ابوبکر کے ساتھ ایک لمحہ گزارنا آل فرعون کے مومن کی مثل سے بہتر ہے، کیونکہ آل فرعون کا مومن ایمان چھپاتا تھا اور ابوبکر نے اپنے ایمان کو مشتہر کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوی زندگی میں سب سے مشکل مرحلہ سفر ہجرت تھا اور اس سفر میں آپ نے جس کی شجاعت پر اعتماد کیا وہ حضرت ابوبکر تھے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ عروہ بن زبیر نے حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے سوال کیا کہ مشرکین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ ایذاء کب پہنچائی تھی؟ انھوں نے کہا کہ میں نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے اس حالت میں عقبہ بن ابی معیط نے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں چادر ڈال کر زور سے آپ کا گلا گھونٹنا شروع کر دیا، اس وقت حضرت ابوبکر نے آکر اس کو دھکا دیا اور کہا تم اس شخص کو اس لیے قتل کر رہے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس دلائل لے کر آیا ہے!

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی شجاعت میں سے ظاہر امر یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد جب کچھ عرب مرتد ہو گئے اور زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا اور دوسری طرف مدعیان نبوت کھڑے ہو گئے تو حضرت ابوبکر نے ان تمام فتنوں کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ان تمام داخلی فتنوں کے باوجود حضرت ابوبکر نے حضرت اسامہ کی قیادت

میں شام کی طرف لشکر روانہ کیا، حالانکہ بعض صحابہ کی طرف سے منکرین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کی مخالفت کی گئی اور شام میں لشکر بھیجنے کی بھی سب نے مخالفت کی کہ اس وقت حالات سازگار نہیں ہیں لیکن حضرت ابوبکر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تجویز کردہ لشکر کے بھیجنے کو مقدم رکھا اور مصلحت وقت کا خیال نہیں کیا اور یہی حضرت ابوبکر کی بہت بڑی دلیری اور شجاعت ہے۔ حضرت ابوبکر کی شجاعت پر یہ بھی بڑی واضح دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے پرخطر سفر میں اپنی رفاقت اور حفاظت کے لیے تمام صحابہ میں سے صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو منتخب کیا، اس میں کوئی شک نہیں کہ عہد رسالت کی فتوحات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا بہت بڑا حصہ ہے لیکن یہ اس وقت کی بات ہے جب شجر اسلام قوی اور ثمر آور ہو چکا تھا حضرت ابوبکر نے اس وقت اسلام کی خدمت کی ہے جب اسلام ایک چھوٹا سا پودا تھا مخالفین کی کثرت تھی مسلمانوں کی تعداد بہت کم تھی حضرت علی اس وقت کم سن تھے اس وقت کفار اور مخالفین کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر حملے کیے جاتے تھے ان کے سامنے صرف حضرت ابوبکر سینہ سپر ہوتے تھے۔ شیعہ حضرات کی مستند کتاب رجال کشی میں لکھا ہے حضرت علی نے فرمایا جس شخص نے مجھ کو ابوبکر اور عمر پر فضیلت دی میں اس کو کذاب اور مفتری کی سزا دوں گا۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کا جواب کہ اعلان برأت کے وقت حضور نے حضرت ابوبکر کو امارت سے معزول کر دیا تھا

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ ۹ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر کو حج کا امیر بنا کر بھیجا تاکہ وہ مسلمانوں کو حج کرائیں پھر ان کے پیچھے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی اونٹنی عضباء پر سوار کر کے بھیجا۔ تاکہ وہ مشرکین مکہ کو سورۂ براۃ (توبہ) کی ابتدائی آیات پڑھ کر سنا دیں۔ اس میں یہ دلیل ہے کہ حضور نے حضرت ابوبکر کو معزول کر کے حضرت علی کو امیر بنا دیا تھا۔

الجواب حضرت علی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاہدہ توڑنے کے اعلان کے لیے بھیجا تھا۔ تاکہ مشرکین پر حجت ہو کیونکہ ان کے نزدیک صاحب معاملہ کے قریبی رشتہ دار کا اعلان ہی حجت اور مؤثر ہو سکتا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ذمہ صرف یہ اعلان تھا ورنہ حج کے تمام احکام میں حضرت ابوبکر امیر تھے اور حضرت علی نے بھی حضرت ابوبکر کی امارت اور ان کی متابعت میں فریضۂ حج انجام دیا تھا۔ اس اعتراض کا تفصیلی جواب ہم نے شرح صحیح مسلم جلد ثالث کتاب الحج میں لکھا ہے تفصیل وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

"من کنت مولاہ فعلی مولاہ" سے استدلال کا جواب

اہل تشیع کہتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع سے واپسی کے موقع پر غدیر خم کے مقام پر تمام صحابہ کرام کے مجمع میں فرمایا: کیا میں تمہارے نفسوں سے زیادہ تمہارا ولی نہیں ہوں؟ سب صحابہ نے اس کا اعتراف کیا اور تصدیق کی، پھر آپ نے حضرت علی کے ہاتھ اوپر اٹھا کر فرمایا:

من کنت مولاہ فعلی مولاہ اللھم وال جس کا میں مولا ہوں اس کے علی مولا ہیں اے اللہ

من والاہ وعاد من عاداہ[1] اس سے دوستی رکھ جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھ جو علی سے دشمنی رکھے۔

اہل تشیع یہ کہتے ہیں کہ اس حدیث میں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص پر اولیٰ بالتصرف ہیں اس پر حضرت علی اولیٰ بالتصرف ہیں اور جو شخص اولیٰ بالتصرف ہو وہ امام معصوم ہوتا ہے اور اس کی اطاعت فرض ہوتی ہے فلہٰذا حضرت علی امام معصوم ہیں اور ان کی اطاعت فرض ہے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو امام قرار دے دیا تو ان کی موجودگی میں حضرت ابوبکر کی امامت صحیح نہیں ہوئی۔

الجواب یہ حدیث صحیح ہے اس کو امام ترمذی، امام ابن ماجہ اور امام احمد نے بکثرت اسانید سے روایت کیا ہے، لیکن اہل تشیع کا اس حدیث سے حضرت علی کی امامت اور خلافت پر استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، اور ان کے اس استدلال کے متعدد جوابات ہیں:

(۱) لفظ مولیٰ ولی سے ماخوذ ہے اور اہل تشیع کا استدلال اس پر موقوف ہے کہ اس حدیث میں ولی بمعنی اولیٰ ہے، اس لیے ہم پہلے دیکھتے ہیں کہ اس لفظ کے لغت میں کیا معنی ہیں۔ علامہ زبیدی نے قاموس کے حوالے سے ولی کے حسب ذیل معنی ذکر کیے ہیں: (۱) محب (۲) صدیق (دوست) (۳) نصیر (۴) سلطان (۵) مالک (۶) عبد (۷) آزاد کرنے والا (۸) آزاد کیا ہوا (۹) قریب (۱۰) مہمان (۱۱) شریک (۱۲) عصبہ (۱۳) رب (۱۴) منعم (۱۵) تابع (۱۶) سسرالی رشتہ دار (۱۷) بھانجہ۔[2]

ولی کے یہ تمام حقیقی معانی ہیں اور ولی کا معنی اولیٰ بالتصرف نہیں ہے، اس لیے یہاں مولیٰ کے لفظ کو اولیٰ بالتصرف پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے نیز یہ کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص فلاں کا مولیٰ ہے، یہ نہیں کہا جاتا کہ فلاں شخص فلاں سے مولیٰ ہے، یعنی اولیٰ ہے۔

(۲) بفرض محال اگر یہ مان لیا جائے کہ یہاں مولیٰ بمعنی اولیٰ ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اولیٰ بالامامۃ کے معنی میں ہو بلکہ یہ اولیٰ بالاتباع اور اولیٰ بالقرب کے معنی میں ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ان اولی الناس بابراھیم للذین اتبعوہ (آل عمران: ۶۸) "ابراہیم سے اولیٰ بالقرب وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی ہے"

(۳) اگر یہ لفظ اولیٰ بالامامۃ کے معنی میں بھی مان لیا جائے تو اس حدیث کا یہ معنی نہیں ہے کہ جب حضور نے یہ فرمایا تھا اس وقت حضرت علی اولیٰ بالامامۃ تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت علی مآل کے اعتبار سے اولیٰ بالامامۃ ہیں یعنی جس وقت حضرت علی کی خلافت کا موقع ہوگا اس وقت وہی اولیٰ بالامامت ہوں گے اور خلفاء ثلاثہ کا ان سے پہلے خلیفہ اور امیر ہونا اس حدیث کے خلاف نہیں ہے۔

(۴) اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی اس سے حضرت ابوبکر کی خلافت کے خلاف اپنی خلافت پر استدلال کرتے لیکن حضرت علی اور حضرت عباس میں سے کسی نے بھی اس حدیث سے استدلال نہیں کیا۔

---

[1]۔ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، مسند احمد ج ۵ ص ۳۷۰، مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت، ۱۳۹۸ھ

[2]۔ سید محمد مرتضیٰ حسینی زبیدی حنفی متوفی ۱۲۰۵ھ، تاج العروس ج ۱۰ ص ۳۹۹-۳۹۸، مطبوعہ المطبعۃ الخیریۃ، ۱۳۰۶ھ

(۵) مسند بزار میں ہے حضرت علی نے فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کسی کو خلیفہ نہیں بنایا تو میں کسی کو کیسے اپنا خلیفہ بنا سکتا ہوں۔ اگر یہ حدیث حضرت علی کی خلافت پر نص ہوتی تو حضرت علی اس طرح نہ فرماتے۔

(۶) اس حدیث میں مولیٰ دوست محب اور ناصر کے معنی میں ہے جیسا کہ اس حدیث میں یہ الفاظ ہیں: اے اللہ! اس سے دوستی رکھو جو علی سے دوستی رکھے اور اس سے دشمنی رکھو جو علی سے دشمنی رکھے۔ یہ دعا اس پر قرینہ ہے کہ من کنت مولاہ فعلی مولاہ کا معنی ہے میں جس کا دوست یا محب یا ناصر ہوں علی اس کے دوست یا محب یا ناصر ہیں۔

اہل تشیع کے اس اعتراض کے اور بھی متعدد جوابات ہیں لیکن ہم نے اختصار کے پیش نظر صرف انہی جوابات پر اکتفاء کی ہے۔

اس باب کی احادیث کی ہم نے بہت مبسوط شرح کی ہے اور خراج اور فئی پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نقطۂ نظر بہت تفصیل سے بیان کیا ہے اور قرآن مجید کی آیات اور احادیث سے اس پر دلائل فراہم کیے ہیں، اس کے بعد مسئلہ فدک اور مسئلہ خلافت پر نہایت بسط سے بحث کی ہے ہر چند کہ ان مسائل پر علماء اہل سنت نے کافی کچھ لکھ دیا ہے لیکن اس کی ترتیب اور تدوین ایسی نہیں ہے جس سے آج کا سہل پسند قاری استفادہ کر سکے، ہم نے اس دور کی تحریر کے اسلوب اور تصنیف و تالیف کے جدید تقاضوں کے پیش نظر لکھا ہے اور اہل سنت کے موقف کی وضاحت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جو دلائل ہمیں القاء کیے ان کو بھی بیان کیا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم نے بہت محنت کی ہے، مختلف لائبریریوں میں جا کر چھان پھٹک کر کے کتب شیعہ سے مواد فراہم کیا اور بہت محنت، عرق ریزی اور جانسوزی سے حوالہ جات تلاش کیے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو نفع آور بنائے۔ اہل سنت کے لیے اس تحریر کو استقامت اور طمانیت کا سبب بنائے اور شیعہ حضرات کے لیے اس کو موجب رشد و ہدایت بنائے، اللہ تعالیٰ مصنف، ناشر، مصحح، کاتب، جملہ معاونین اور قارئین کو تعظیم صحابہ اور محبت اہل بیت پر قائم رکھے، اسلام پر زندہ اور ایمان پر خاتمہ فرمائے، ہمارے تمام گناہوں کو معاف فرمائے، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب فرمائے، دنیا اور آخرت میں ہر قسم کے عذاب سے محفوظ اور مامون رکھے اور اپنے فضل و کرم اور سرکار کے توسل سے جنت الفردوس عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین بجاہ حبیبک سید المرسلین۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی محمد خاتم النبیین سید المرسلین اول الشافعین والمشفعین وعلی آلہ واصحابہ وازواجہ واولیاء امتہ وعلماء ملتہ اجمعین الی یوم الدین۔